رُوح افزا
مشروبِ مشرق

ہمدرد

ISO 9001 2000

ISBN No. 978-969-9266-04-1

مسلسل اشاعت کا انتیسواں سال

ماہنامہ معارفِ رضا کراچی

جلد: 29 شمارہ: 11

ذی قعد ۱۴۳۰ھ / نومبر ۲۰۰۹ء

ہدیہ فی شمارہ: 30 روپے
سالانہ: عام ڈاک سے: -/300 روپے
رجسٹرڈ ڈاک سے: -/350 روپے
بیرونِ ممالک: 30 امریکی ڈالر سالانہ

دائرے میں سرخ نشان ممبر شپ ختم ہونے کی علامت ہے۔
زرِ تعاون ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

نوٹ

رقم دستی یا منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام "ماہنامہ معارفِ رضا" ارسال کریں، چیک قابلِ قبول نہیں۔
ادارہ کا اکاؤنٹ نمبر: کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 45-5214۔ حبیب بینک لمیٹڈ، پریڈی اسٹریٹ برانچ، کراچی۔

نوٹ: ادارتی بورڈ کا مراسلہ نگار/ مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی آئی چندریگر روڈ، کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل سے شائع کیا۔)

فہرس

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

کلام: اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت امام الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

واہ! کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرا تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّا تیرا

فیض ہے یا شہِ تسنیم نرالا تیرا
آپ پیاسوں کے تجسس میں ہے دریا تیرا

اغنیا پلتے ہیں در سے وہ ہے باڑا تیرا
اصفیا چلتے ہیں سر سے وہ ہے رستا تیرا

فرش والے تری شوکت کا عُلو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

آسماں خوان، زمیں خوان، زمانہ مہمان
صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

بحرِ سائل کا ہوں سائل نہ کنوئیں کا پیاسا
خود بجھا جائے کلیجا مِرا چھینٹا تیرا

چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یا اس کے خلاف
تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

آنکھیں ٹھنڈی ہوں جگر تازے ہوں جانیں سیراب
سچے سورج وہ دل آرا ہے اجالا تیرا

دلِ عبث خوف سے پتّا سا اڑا جاتا ہے
پلّہ ہلکا سہی بھاری ہے بھروسا تیرا

ایک میں کیا مِرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارا تیرا

مفت پالا تھا کبھی کام کی عادت نہ پڑی
اب عمل پوچھتے ہیں ہائے نکمّا تیرا

تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقا تیرا

خوار و بیمار و خطاوار و گنہ گار ہوں میں
رافع و نافع و شافع لقب آقا تیرا

میری تقدیر بُری ہو تو بھلی کردے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

تو جو چاہے تو ابھی میل مرے دل کے دھلیں
کہ خُدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

کس کا منہ تکیے کہاں جایئے کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیّا تیرا

موت سنتا ہوں سِتم تلخ ہے زہرابۂ ناب
کون لادے مجھے تلووں کا غسالا تیرا

دور کیا جانیے بدکار پہ کیسی گزرے
تیرے ہی در پہ مرے بیکس و تنہا تیرا

تیرے صدقے مجھے اک بوند بہت ہے تیری
جس دن اچھوں کو ملے جام چھلکتا تیرا

حرم و طیبہ و بغداد جدھر کیجے نگاہ
جوت پڑتی ہے تری نور ہے چھنتا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مِرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

حقیقتوں کے رازداں ہیں فاضلِ بریلوی

کلام: ندیم احمد ندیؔم قادری نورانی☆

حقیقتوں کے رازداں ہیں فاضلِ بریلوی
صداقتوں کے پاسباں ہیں فاضلِ بریلوی

خزاں رسیدہ گلشنوں میں نکہتیں بکھیر دے
وہی بہارِ گلفشاں ہیں فاضلِ بریلوی

رضا کے نام کی مہک سے باغِ دل بھی کِھل اُٹھا
وسیلۂ سُرورِ جاں ہیں فاضلِ بریلوی

جو زندگی نکھار دے؛ جو عاقبت سنوار دے
وہ اک نگاہِ مہرباں ہیں فاضلِ بریلوی

مفسّروں کے مقتدا، محدّثوں کے رہ نما
علوم و فن کا اِک جہاں ہیں فاضلِ بریلوی

کلامِ رب کا ترجمہ بھی خوب آپ نے کیا
مُعلّمِ مُترجماں ہیں فاضلِ بریلوی

رضا کے کارناموں سے ہے فیض یاب اک جہاں
امامِ اعظمِ زماں ہیں فاضلِ بریلوی

محبِّ مصطفیٰ رضا؛ حبیبِ مجتبیٰ رضا
رضائے خالقِ جہاں ہیں فاضلِ بریلوی

ندیؔم کو رضا سے ہیں عقیدتیں، محبتیں
ندیؔم کے یہاں، وہاں ہیں فاضلِ بریلوی

☆ آفس سیکریٹری/ پروف ریڈر، ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی۔

اپنی بات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہماری فوج صف شکن سپاہ کردگار ہے

مدیرِ اعلیٰ صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری کے قلم سے

قارئینِ کرام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ہفتہ ۱۰/ اکتوبر ۲۰۰۹ء کی صبح پاکستان کی بہادر افواج کے جنرل ہیڈ کوارٹر (راولپنڈی) پر خوارجِ پاکستان جنہیں طالبان کی بجائے ظالمان کہنا زیادہ مناسب ہے، کی دہشت گردی کی کارروائی پاکستان کی ۶۲ سالہ تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ دشمنوں کے منہ میں خاک، اگر خدانخواستہ یہ خارجی دہشت گرد اپنے منصوبے کے مطابق اپنے عزائم میں کامیاب ہو جاتے تو ملک میں افرا تفری، انارکی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوتا اور اسلام اور پاکستان کے ازلی دشمنوں، یہود و نصاریٰ کو اس پاک دھرتی پر اپنے ناپاک قدم جمانے کا موقع مل جاتا۔

بلا شبہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم اور اس کے محبوبِ کریم ﷺ، جو مسلمانوں پر حد درجہ رؤف ورحیم ہیں، کی خصوصی نظرِ رحمت ہے کہ ہماری صف شکن فوج کے بہادر جوانوں نے نہایت عزم و عزیمت، ہمت و شجاعت اور نہایت سرعت کے ساتھ اعلیٰ درجے کی حکمتِ عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے نہ صرف یہ کہ ان کو ہیڈ کوارٹر کے اندر داخل ہونے سے روک دیا بلکہ پچاس سے زائد یرغمال بنائے گئے افراد کو محض ۲ گھنٹوں کی مختصر مدت میں زندہ و سلامت دہشت گردوں کے چنگل سے چھڑا لیا۔ اس سریع الحرکت ایکشن میں دس حملہ آور خارجی دہشت گردوں میں سے ۹ واصل بہ جہنم ہوئے اور سرغنہ عقیل عرف ڈاکٹر عثمان زخمی حالت میں گرفتار ہوا۔ فوج کے دو افسروں سمیت ۶ جوانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاکستان کے کروڑوں لوگوں نے ٹی وی چینلز پر دم بخود ہو کر یہ منظر دیکھا ہر محبِ وطن پیر و جوان، مرد و عورت حتیٰ کہ بچے نمدیدہ آنکھوں اور لرزتے ہونٹوں سے اپنے غازیوں کی کامیابی، دہشت گردوں کی ہلاکت اور یرغمالیوں کی زندہ و سلامت رہائی کی تمام رات اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی بندۂ مومن نہایت آہ وزاری کے ساتھ اس کے حضور دعا مانگتا ہے تو وہ غفور ورحیم اسے قبول فرماتا ہے، مگر یہاں ایک دو نہیں بلکہ کروڑوں ہاتھ دعا کے لیے اُٹھے ہوئے تھے چشمِ نمناک، لبِ لرزاں اور دلِ تپیدہ کے ساتھ دعائیں مانگی جارہی تھیں آقا و مولیٰ، شفیع المذنبین نبیِ رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا جارہا تھا، خلفاے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اولیاے کرام مثلاً، سیدنا غوث اعظم، سیدنا داتا گنج بخش ہجویری، سیدنا زکریا ملتانی، قدس اللہ اسرارہم کا واسطہ دیا جارہا تھا، اپنی خطاؤں اور

گناہوں پر معافی مانگی جارہی تھی تو رحمتِ الٰہی بھی جوش میں آگئی۔ اللہ تعالیٰ نے غازیانِ پاکستان سے وہ کام لے لیا اور تدبر، تحمل، عزم و عزیمت اور جرأت و شجاعت کے وہ جوہر انہیں دکھانے کا موقع عطا فرمایا کہ جس کو دیکھ کر آج دنیا انگشت بدنداں ہے۔ ہاں یہود، ہنود اور نصاریٰ کے دلوں میں غار پڑ گئے اور چہروں پر سیاہی پھیل گئی، دشمنانِ اسلام کے ایجنٹ خوارجِ پاکستان کے مکروہ چہروں پر اوس پڑ گئی کہ مملکتِ خداداد پاکستان کے خلاف ان کی ایک بھیانک سازش ناکام ہوگئی مسلمانانِ عالم کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے اور وہ سجدہ ریز ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستانی فوج کی ہی نہیں بلکہ عالمِ اسلام کی لاج رکھ لی۔ افواجِ پاکستان زندہ باد! غازیانِ اسلام پائندہ باد! پاکستان تابندہ و سلامت رہے! پاک سر زمین شاد باد! سلام شہدائے افواجِ پاکستان! سلام غازیانِ افواجِ پاکستان۔ ہر محب وطن کے دل کی دھڑکنوں سے آج یہ آوازیں آرہی ہیں۔

شہید کا لہو ہے یہ چمن پہ جو نکھار ہے
چہار سو بہار ہے تمام لالہ زار ہے
قرآن کی بنی امیں، یہ اس کا افتخار ہے
ہماری فوج صف شکن سپاہِ کردگار ہے
ہمارے ملک کی طرف نہ رخ کریں یہ خارجی
کہ دشمنوں کے واسطے قدم قدم پہ دار ہے
مچی ہے نعرۂ علی سے کافروں میں کھلبلی
کہ بزدلانِ نجد کو نہ کچھ رہِ فرار ہے
مجاہدوں کی ضرب سے سیاہ رُو پھٹ گئے
یہ پنڈی کی زمین پر عدو کا حالِ زار ہے
ہماری فوج صف شکن سپاہِ کردگار ہے
کہ ظالمانِ نجد پر خدا کی ایک مار ہے

(وجاہت قادری تاباںؔ)

غرض کہ جرأت و بہادری کے اس عظیم کارنامے پر آپ افواجِ پاکستان کو جس قدر بھی خراجِ تحسین پیش کریں وہ کم ہے۔ لیکن اس آپریشن کے اختتام پر ملٹری انٹیلیجنس کی طرف سے جو انکشافات ہوئے اور الیکٹرونک میڈیا کا جو موضوعِ بحث ہے وہ بڑے ہی تشویش ناک ہیں ہم معارفِ رضا کے گزشتہ شماروں میں متعدد بار ملک کے طول و عرض میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی اور قتل و غارت گری کی ان وارداتوں پر اظہارِ تشویش کرتے ہوئے متعدد معاملات کی نشاندہی کرچکے ہیں۔ ابھی ہم اداریے کی یہ ابتدائی سطور ہی تحریر کرپائے تھے کہ لاہور، کوہاٹ اور پشاور سے دہشت گردی کی مزید وارداتوں کی خبریں سامنے آئیں جنہوں نے پوری پاکستانی قوم کو ہلاکر رکھ دیا۔ ان سب خونریز ظالمانہ کارروائیوں کی ذمے داری طالبانِ پاکستان نے قبول کرلی ہیں۔ لیکن طالبانِ پاکستان کے ساتھ اب اس میں ایک عنصر طالبان پنجاب بھی شامل ہوگیا ہے جس کے بارے میں میڈیا پر زبردست بحث ہورہی ہے اور کہا یہ جارہا ہے کہ جنوبی پنجاب میں طالبان کا تربیتی کیمپ قائم ہے، جہاں کے تربیت یافتہ اب پنجاب میں اہم سرکاری عمارات اور دفاتر کو اپنی دہشت گردی کا نشانہ بنارہے ہیں لیکن یہ حقیقت واشگاف انداز اور ایک ناقابلِ تردید حقیقت کے طور پر سامنے آچکی ہے کہ آپ ان دہشت

گرد تنظیموں کو طالبان، لشکرِ جھنگوی، جیشِ محمدی، حرکت الاسلامی، لشکرِ طیبہ، سپاہِ صحابہ، تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی یا جو نام بھی دے لیں، ان سب کی تعلیم و تربیت اور پرورش و پرداخت (BREEDING) اور ان کی ذہن سازی بلکہ غسلِ ذہنی (BRAIN WASHING) کے اصل ذمے دار ان مدارس کی اکثریت اور وہ جماعتیں اور تبلیغی اجتماعات ہیں کہ جن کی بنیاد نجدی فلسفے پر رکھی گئی ہے اور وہ فلسفہ یہ ہے:

"محمد بن عبدالوہاب نجدی کی فکر و تعلیم اور قرآن و حدیث سے ان کی توجیہات و تصریحات کا جو بھی انکار کرتا ہے وہ مشرک اور کافر ہے خواہ وہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر قیامت تک آنے والے کسی دور کا مسلمان ہو، لہٰذا ایسے مسلمانوں کا خون بہانہ نجدی وہابی شریعت میں نہ صرف جائز بلکہ جہادِ اکبر ہے۔" (معاذ اللہ) ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے موقع پر مجاہدینِ آزادی کے مقابل انگریزوں کے کیمپ میں یہی لوگ تھے۔ مملکتِ خداداد پاکستان کے قیام کا سب سے زیادہ مخالف یہی گروہ تھا اور اس کی پاکستان دشمنی اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

قارئینِ کرام! آپ کو یاد ہوگا بیت اللہ محسود کی ہلاکت کے بعد بدھ، ۱۴/اگست ۲۰۰۹ء کی صبح طالبانِ ظالمان کے مختلف گروپوں کے درمیان تصادم کی جو تفصیلی خبریں روزنامہ جنگ کراچی، پیر ۱۸/شعبان المعظم، ۱۴۳۰ھ/۱۰/اگست ۲۰۰۹ء کے صفحۂ اول پر جلی سرخیوں میں شائع ہوئیں اور پھر دوسرے ہی دن یعنی منگل ۱۱/اگست ۲۰۰۹ء کو جنگ نے اس پر "لرزہ خیز انکشافات — خفیہ ایجنسیوں کی کارکردگی۔۔۔ ایک سوالیہ نشان" کے عنوان سے جو اداریہ شائع کیا تھا وہ پوری پاکستانی قوم بالخصوص حکومتِ پاکستان، افواجِ پاکستان اور خفیہ ایجنسیوں کی چشم کشائی کے لیے کافی تھا، لیکن افسوس کہ اس وقت حکومتِ وقت نے دہشت گردوں کی پشت پر ضرب کاری لگانے کا کوئی فیصلہ نہ کیا جس کے نتیجے میں وہ شیر ہوگئے اور گذشتہ ایک ہفتے کے اندر انہوں نے اسلام آباد، لاہور، کوہاٹ اور پشاور کے چھ نہایت حساس اہداف پر یکے بعد دیگرے متعدد حملے کیے۔ پھر اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد میں بم بلاسٹ ہوا۔ اللہ تبارک تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہ ظالمان اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکے، بلکہ انہوں نے جس حکمتِ عملی جرأت، سرعت اور ساز و سامان کے ساتھ حملہ کیا تھا اس کے پیشِ نظر بہت کم جانی و مالی نقصان کر سکے، لیکن اگر خدانخواستہ یہ اپنے عزائم میں پوری طرح کامیاب ہو جاتے تو افواجِ پاکستان، قوم اور ملک کا جو نقصان ہوتا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ "جنگ" نے اپنے مذکورہ بالا اداریے میں ایک تحقیقاتی رپورٹ کے حوالے سے لکھا تھا کہ اس وقت طالبان قیادت کے پاس تقریباً ۲/ارب روپے کے فنڈز، ایک ارب کے جدید ہتھیار اور ۳۵۰۰ نہایت اعلیٰ تربیت یافتہ جنگجوؤں کی فوج تھی، یہ جنگجو گوریلا وار میں خصوصی طور پر تربیت یافتہ ہیں (ہندوستان، افغانستان، اسرائیل وغیرہ کی خفیہ ایجنسیاں ان کی بھرپور مدد کر رہی ہیں)۔ ان کا مقصد عسکریت پسندی اور دہشت گردی کو فروغ دینا، پاکستان کو کمزور کرکے مختلف علاقوں بالخصوص اپنے علاقے جنوبی

وزیرستان میں اپنی رٹ قائم رکھنا تھا جو دشمنانِ پاکستان کے بیت اللہ محسود سے کیے گئے وعدے کے مطابق ایک "آزاد اسلامی امارات" کے قیام پر منتج ہونی تھی۔ شواہد و حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ اس ضمن میں بیت اللہ محسود کو خوارجِ پاکستان کے تمام گروپوں اور ان کی مذکورہ بالا جنگجو تنظیموں کی مکمل تائید و حمایت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ۹/۱۱ کے حادثے کے بعد یہ تمام تنظیمیں، بالخصوص قومی اور بین الاقوامی سطح پر کالعدم قرار دینے کے بعد اب بیت اللہ محسود کے جھنڈے تلے متحد ہوگئیں اور جنوبی وزیرستان دہشت گردی کی تربیت کے لیے کیمپ اور پاکستان کے اندر اور باہر ان کی عسکری سرگرمیوں کا مرکزِ احکام و نظم و ضبط (COMMAND & CONTROLE HEADQUARTER) کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ جی۔ایچ۔کیو راولپنڈی پر دہشت گردوں کے حملے کے بعد اب تک لاہور، کوہاٹ اور پشاور میں پے بہ پے دہشت گردی کے جو ظالمانہ واقعات ظہور پذیر ہوئے ان میں گرفتار شدہ اور ہلاک شدہ دہشت گردوں کے بارے میں جو انٹیلجنس اور میڈیا کی تحقیقاتی رپورٹیں سامنے آئی ہیں اس سے یہ حقیقت اب بالکل واشگاف ہو چکی ہے ان سب جنونی، خونخوار جنگجوؤں کا اصل مسلکی رشتہ، خواہ ان کا تعلق کسی بھی دہشت گرد تنظیم یا نام نہاد اسلامی جماعت سے ہو، خوارجِ پاکستان کے کسی نہ کسی گروہ مثلاً مودودی، تبلیغی، دیوبندی، وہابی، اہلِ حدیث وغیرہ سے ضرور ہے۔ اور وہ سوات اور خیبر سے لے کر کراچی تک قائم ان کے کسی نہ کسی مدرسے، ادارے یا اکیڈمی کے تربیت یافتہ اور ان کے کسی نہ کسی معروف عالم کے زیرِ اثر رہے ہیں۔ پاکستان میں دہشت گردی کی ۹ سالہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جب بھی حکومت پاکستان کی طرف سے اپنی عملداری (WRIT) قائم کرنے کے لیے جنگجوؤں کے خلاف فوجی اقدام کا ارادہ یا کوشش کی گئی بلکہ بعض مرتبہ ایسے مرحلے آگئے تھے کہ دہشت گرد تنظیم کا صفایا ہو جاتا، مذکورہ خارجی فرقوں کے سربراہ، مفتیان اور زعما "مصلح" اور ہمدردِ قوم" بن کر ثالثی کے لیے درمیان میں آگئے اور حکومتِ پاکستان اور دہشت گرد تنظیم کے سربراہ کے درمیان نام نہاد "امن معاہدہ" کروادیا۔ لال مسجد پر دہشت گردوں کے قبضے کے وقت اور پھر ۲۰۰۴ء، ۲۰۰۵ء اور اوائلِ ۲۰۰۸ء میں (سوات میں) ایسے معاہدے ہوئے لیکن ان خارجی مفتیان و علما کا اصل مقصد پاکستان کی سالمیت کو بچانا اور امن و امان قائم کرنا نہیں تھا بلکہ ان محصور جنگجوؤں کو افواجِ پاکستان کے حصار سے نکالنا اور دوبارہ منظم ہونے کے لیے ان کو وقت مہیا کرنا تھا لہٰذا وہابیوں کی بدنیتی کی وجہ سے یہ تینوں معاہدے ناکام ہوئے اور انہوں نے اپنے علاقوں میں دہشت گردی کی کارروائیاں نہ صرف دوبارہ شروع کر دیں بلکہ پہلے سے زیادہ طاقتور اور منظم ہوگئے۔ (ملاحظہ ہو انگریزی روزنامہ ڈان (DAWN) کراچی، ص اول مؤرخہ اتوار، ۱۸/اکتوبر ۲۰۰۹ء)

اس سے ان کا مقصد محض وقت لینا تھا کہ وہ اس قدر طاقت ور ہو جائیں کہ سرحد (سوات اور جنوبی وزیرستان) میں ان کی دو آزاد وہابی ریاستیں قائم ہو جائیں عالمِ اسلام کے قلب میں نجدی مملکت کی طرح یا پھر عالمِ عرب کے قلب میں یہودی اسٹیٹ کی طرح۔ یہ ان کا اصل ہدف تھا

اور اب بھی ہے۔ چنانچہ جی۔ ایچ۔ کیو پر حالیہ دہشت گرد حملے کے دوران بھی بعض دیوبندی علما نے ایک بار پھر یہ کوشش کی جی۔ ایچ۔ کیو میں ہلاکت سے بچ جانے والے اور پاکستانی فوج کے کمانڈوز کے درمیان گھر جانے والے چار دہشت گردوں کو کسی طرح محفوظ راستہ مل جائے۔ چنانچہ مولانا لدھیانوی اور ایک بہت بڑے دیوبندی عالم کے پوتے نے ٹیلیفون پر استقبالیہ کی عمارت میں یرغمال بنائے ہوئے ایک فوجی افسر کو یہ پیش کش کی کہ اگر فوج سو سے زیادہ گرفتار شدہ دیوبندی مدارس کے علما اور دہشت گرد تنظیموں کے کمانڈروں کو رہا کردے اور ان محصور دہشت گردوں کو جی۔ ایچ۔ کیو سے نکل جانے کا محفوظ راستہ فراہم کردے تو وہ دونوں دیوبندی عالم دہشت گرد تنظیموں کو اس بات پر آمادہ کرلیں گے کہ اب وہ افواجِ پاکستان اور پاکستانی سیکیورٹی فورسز کی تنصیبات پر حملے بند کردیں اور یہ کہ اس سلسلے میں کوئی باقاعدہ معاہدہ بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن ہماری بہادر فوج نے ماضی سے سبق حاصل کرتے ہوئے دیوبندی علما کی اس پیش کش کو ٹھکرادیا۔ دیوبندی علما اور دہشت گردوں اور پاکستانی فوجی افسر کے درمیان ہونے والی اس گفتگو کا ٹیپ جی۔ ایچ۔ کیو پر کامیاب فوجی آپریشن کے بعد اتوار، ۱۱/اکتوبر، ۲۰۰۹ء کو ایک پرائیوٹ ٹی وی میڈیا، چینل نمبر ۱ پر سنایا گیا۔ جسے کروڑوں ناظرین نے سنا۔ پھر اس کی تفصیل روزنامہ جنگ، جمعہ ۱۶/اکتوبر ۲۰۰۹ء (لاہور ایڈیشن) میں بھی شائع ہوئی۔

یہ بات ہم نہیں کہہ رہے ہیں کہ کوئی یہ کہہ کر بات ٹال دے کہ یہ محض اہلِ سنت والجماعت (بریلویوں) کا پروپیگنڈا ہے۔ یہ دنیا کے تمام الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کا دستاویزی ثبوت اور ٹی۔ وی فوٹیج کے ساتھ اعلان ہے۔ خود دہشت گرد تنظیموں کے سربراہ اس کے داعی ہیں کہ ہم پاکستان کو خالصتاً ایک ایسی مملکت بنانا چاہتے ہیں جس کا آئین اور جس کے قوانین نجدی وہابی عقیدہ و مسلک کے عین مطابق ہو۔ تمام غیر جانبدار تجزیہ نگار، کالم نگار یہی بات کہہ رہے ہیں بلکہ ان میں بعض تو وہ حضرات بھی ہیں جن کا مسلکی تعلق دہشت گردوں کے مسلک سے ہے۔ راقم یہاں صرف دو مثالیں پیش کرتا ہے:

۱۔ جناب ہارون الرشید صاحب ملک کے ایک ذی علم صحافی اور غیر جانبدار کالم نگار ہیں۔ وہ روزنامہ جنگ میں ''ناتمام'' کے عنوان سے کالم لکھتے رہتے ہیں۔ الیکٹرونک میڈیا اسکرین پر بھی بطور تجزیہ نگار گاہے بگاہے آتے رہتے ہیں۔ موصوف روزنامہ جنگ، کراچی، جمعہ، ۲۶ شوال المکرم ۱۴۳۰ھ /۱۶/اکتوبر ۲۰۰۹ء ص۷، پر اپنے مذکورہ کالم میں ایک نہایت حقیقت پسندانہ تجزیہ، خارجی دہشت گردوں کی حالیہ کارروائیوں کے پس منظر میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے ایمان افروز اور جذبۂ حب الوطنی سے سرشار اقتباس بالخصوص خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

''جذبات کی آگ بھڑکا کر ناراض مفلسوں اور مجبوروں کو درندے بنادینے کا کھیل بہت پرانا ہے۔ افغانستان میں روسی اور پھر امریکی جارحیت کے بعد انتقام میں پاگل جنگجوؤں نے یہی کیا ہے۔ ایک مذہبی مکتبۂ فکر کے واعظ اس کے ہمنوا ہیں، حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں عالمِ اسلام کے قلب میں نمودار

ہونے والے خارجیوں کی طرح۔ علاج تعلیم ہے۔

لیکن وقت گزر چکا ہے۔ اب فیصلہ کن جنگ کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں۔ تمام شواہد ہیں کہ فوج اور حکومت انتظام کر چکی، خود کش حملے اسی یلغار کو روکنے کی کوشش ہیں، مگر وحشی ناکام رہیں گے (ان شاء اللہ العزیز) اللہ (عزوجل) نے اپنی دنیا شیطان کے حوالے نہیں کر دی۔ دس ہزار جنگجو ہیں۔ قتل ہوں گے یا ہتھیار ڈالیں گے۔ حتمی حل مگر یہ نہیں، بلکہ منصفانہ اجتماعی نظام ہے۔ معاشرے کے اقدار، عقیدے، روایات تمدن اور تہذیب کے مطابق۔ مگر یہ ہمارے سیاسی کلرک؟ جی نہیں، قوم کو نئی لیڈر شپ درکار ہے۔ اجتماعی زندگی میں مذہب اور سیاست اہم ترین شعبے ہیں۔ حماقت کی حد ہے کہ انہی شعبوں کو ہم نے بے علم واعظوں اور جاہ پرست تاجروں کے حوالے کر دیا ہے۔ جی نہیں، اب مزید نہیں۔ قوم طے کر لے کہ اسے جاگنا ہے یا برباد ہونا ہے۔"

جناب عطاء الحق قاسمی صاحب ایک معروف صحافی اور کالم نگار ہیں۔ اُن کا دیوبندی مسلک سے تعلق ڈھکا چھپا نہیں ہے، نام ہی سے ظاہر ہے۔ لیکن اس وابستگی کے باوجود ان کا مزاج تحقیقی اور علمی ہے۔ وہ اعترافِ حق اور اظہارِ حق میں بخیلی سے کام نہیں لیتے۔ روزنامہ "جنگ" کراچی، مؤرخہ ۱۴ر اکتوبر ۲۰۰۹ء، بدھ، صفحہ ۷ پر اپنے خصوصی کالم "روزنِ دیوار سے" کے تحت ذیلی عنوان "۲۰۱۲ء" قائم کر کے موجودہ حالات کا ان الفاظ میں تجزیہ کرتے ہیں:

"دشمن کی اسٹریٹیجی بہت زبردست ہے، وہ پاکستان کے لوگوں کے مذہبی جذبات ایکسپلائٹ کر رہا ہے۔ چنانچہ اسلام کے نام پر پاکستان کو تباہ کرنے کی پالیسی اپنا رکھی ہے۔ پوری دلیری سے اہم عمارتوں پر حملہ کرنے والے لوگ میرے نزدیک کرائے کے ٹٹو ہیں، وہ اپنی طرف سے جنّت کما رہے ہیں، البتہ ان کی برین واشنگ کرنے والے کچھ "علما" اور کچھ ہینڈلر یقیناً کرائے کے ٹٹو ہیں۔ انہوں نے علما کا روپ دھارا ہوا ہے اور وہ دشمن ملکوں کے ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں----- چناں چہ میں جب آج جہادی نوجوانوں کو سجدے میں پڑے نمازیوں کو بھی شہید کرتے دیکھتا ہوں، مسجدوں کو بموں سے اُڑاتا دیکھتا ہوں تو مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ انہیں مکروہ کاموں پر مائل کرنے والے ہرگز مسلمان نہیں ہیں، بل کہ اسلام دشمنوں نے علما کا روپ ضرور تا دھارا ہوا ہے۔ یہ دشمنوں کے تنخواہ دار ایجنٹ ہیں اور بھولے بھالے اور ناخواندہ مسلمانوں کو پاکستان کی تباہی کے لیے ایندھن کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں کچھ ایسے علما بھی دیکھے ہیں جن سے گفت گو کے دوران اور اُن کے اعمال دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ وہ خدا اور آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ محض روزی روٹی کے لیے انہوں نے اس کوچے کا رُخ کیا ہے۔ ہماری خفیہ ایجنسیوں، ہماری حکومت، ہمارے میڈیا اور خود علمائے حق کو چاہیے کہ وہ مذہب کو ایکسپلائیٹ کرنے والے افراد اور اداروں کا کھوج لگا کر انہیں عوام کے سامنے ننگا کریں اور اسلام سے ٹوٹ کر محبت کرنے والے عوام کو اسلام کے صحیح خدوخال سے بھی آگاہ کریں، اگر ہم پاکستان کی بقا اور سالمیت چاہتے ہیں تو ہمیں اس کے علاوہ بھی بہت کچھ کرنا ہوگا تاکہ پاکستان کے دشمنوں کا ۲۰۱۲ء

والا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔"

ہمیں یہ علم نہیں کہ جناب قاسمی صاحب کے حُبُّ الوطنی کے یہ جذبات اور قوم اور "علمائے حق" کے نام ان کے یہ پیغامات اُن کے اپنے ہم مسلک علما تک پہنچے کہ نہیں، لیکن ہم یہ جانتے ہیں کہ سوات آپریشن سے لے کر اب جنوبی وزیرستان کے آپریشن کی ابتدا تک اُن کے ہم مسلک کسی بھی "مستند عالم"، "مفتی"، یا "مفتیِ اعظم" کا کوئی بیان دہشت گردوں کی مذمت اور افواجِ پاکستان کی حمایت میں نہیں آیا البتہ خوارجِ پاکستان کے بعض زعما و مفتیان کی طرف سے سوات اور جنوبی وزیرستان کے فوجی آپریشن کی مذمت میں بیانات تواتر کے ساتھ اخبارات کی ویب سائٹ اور الیکٹرونک میڈیا کے فوٹیج پر آن ریکارڈ ہیں بل کہ ان کی طرف سے یہاں تک کہا گیا کہ لال مسجد اور سوات آپریشن میں جن فوجی جوانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ وطنِ عزیز کی حفاظت اور فتنہ و فساد اور بغاوت کی بیخ کنی کی خاطر پیش کیا ہے، وہ حرام موت مرے اور مر رہے ہیں اور دہشت گرد چوں کہ "مجاہد" اسلام ہیں اور اسلامی نظام کے نفاذ کی خاطر خود کش حملے کر کے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں لہٰذا وہ شہید ہیں اور ملک کے طول و عرض میں اُن کی دہشت گردی کی یہ مہم معاذ اللہ معرکۂ بدر و حنین کی طرح "معرکۂ خیر و شر" ہے۔ خوارج کے وہ مفتیان اور "مفتیِ اعظم" حضرات جو اسلام کے ٹھیکے دار بنے پھرتے ہیں اور ہر احسن، مستحب اور جدّت پسند انداز میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ذکر اور اُن کی سنّتِ مطہرہ کو اختیار کرنے کی ترغیب کے عمل کو "بدعت" اور "شرک" قرار دینے میں ذرّہ برابر تامل نہیں کرتے، آج صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ معجزۂ شقّ القمر کے منکر اور مہینے کی ۲۸ تاریخ کو چاند نمودار کرنے کا دعویٰ کرنے والے افراد کے گھروں کے آنگن میں اندھیرا چھا گیا۔ افواجِ پاکستان کی ستایش اور پذیرائی میں جہاں پوری قوم بشمول علمائے حق تعریفی کلمات ادا کر رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ افواجِ پاکستان کی بہترین کارکردگی اور شان دار کامیابیوں پر انہیں سانپ سونگھ گیا ہے، اور کانگریسی ذہن رکھنے والوں کے چہروں پر مملکتِ خداداد پاکستان سے پُرانی عداوت، حسد اور بغض کا سیاہ غبار چھا گیا ہے۔ چناں چہ ایک اور صحافی کالم نویس جناب سفیر احمد صدیقی صاحب روزنامہ "جنگ" کراچی، مؤرخہ ۱۹/اکتوبر ۲۰۰۹ء، صفحہ ۵ پر اپنے ایک کالم معنون بہ "ہماری مایہ ناز فوج" کے آخر میں "تیغ ذوالفقار" کی امین اور "سپاہِ حیدری" کی جانشین افواجِ پاکستان کے خلاف ایسا ہی معاندانہ اور مخالفانہ سوچ رکھنے والے خوارجِ عصر کی طرف جو امام المرسلین، اَعْلَمِ کائنات، عَالِمِ ماکان و مایکون ﷺ کے ایک فرمان کے مطابق دورِ حیدرِ کرّار کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے خوارج کی اولاد اور جانشین ہیں، اشارہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"فوج نے یہ (جی. ایچ. کیو) کمانڈو ایکشن اِس مہارت سے کیا کہ زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے پاکستانیوں نے فوج کے اس دلیرانہ ایکشن کو سراہا ہے۔ ایک انگریزی معاصر (DAWN، ۱۲/اکتوبر ۲۰۰۹ء) نے شہ سرخی جمائی: SKILLED

COMMANDOS' RESCUE HOSTAGES

(ترجمہ: فنِ سپہ گری کے ماہر فدائین نے یرغمالیوں کو نجات دلائی)۔ اب جہاں فوج کی پذیرائی ہو رہی ہے، لوگ تعریفی کلمات ادا کر رہے ہیں، پاک فوج کے لیے لوگوں کے دلوں میں ہمدردی کے جذبات اُمنڈ رہے ہیں، جی. ایچ. کیو کے باہر شہیدوں کی یاد میں لوگوں نے پھولوں کے اتنے گُل دستے نچھاور کیے ہیں کہ انہیں سنبھالنا مشکل ہے، قندیلیں اور شمعیں روشن کی جا رہی ہیں، ہمارے شہید کمانڈوز کی تصویریں آویزاں کی گئی ہیں جن کے نیچے انہیں اِن الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا گیا ہے۔

اے راہ حق کے شہیدو! وفا کی تصویرو!
تمہیں وطن کی ہوائیں سلام کہتی ہیں

(صد افسوس! کہ) وہیں مفاد پرست عناصر اِس نازک موقع پر بھی فوج کو اپنی تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ جماعتِ اسلامی کے سربراہ فوج کا تمسخریوں کہہ کر اُڑا رہے ہیں: "فوج گھر میں غیر محفوظ ہو تو سرحدوں کا دفاع کیسے کرے گی۔" وہ یہ بھی فرما رہے ہیں کہ جو فوجی اِس آپریشن میں یا سوات میں کام آئے ہیں وہ اُن کے نزدیک شہید نہیں ہیں۔ عجیب منطق ہے، عجیب فلسفہ ہے۔"

ہم جناب سفیر احمد صدیقی صاحب سے باادب عرض کرتے ہیں کہ حضرت آپ نے آج انہیں ان کے اصلی روپ میں دیکھا ہے، آپ ان کے جنونی فلسفۂ حیات سن کر انگشت بدنداں ہیں، لیکن ہمیں ان کی اس الٹی منطق پر کوئی حیرت نہیں۔ اس لیے کہ ہمارے ائمۂ کرام رحمہم اللہ صدیوں سے مخبر صادق سیّدِ ہر دوسرا ﷺ کے ارشاداتِ گرامی کی روشنی میں ان جنونی خارجی دہشت گردوں کی نشان دہی اور ان کی علامات بیان کرتے چلے آئے ہیں جو قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہیں۔ حضورِ اکرم نورِ مجسّم ﷺ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ بعد میں آنے والی اُمّت کے ہر دور میں ہوں گے اور ان کی حالت یہ بیان فرمائی تھی:

"یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ ثم لا یعودون فیہ"

(ترجمہ: وہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے، پھر وہ دین میں واپس نہیں آئیں گے)

اسی وجہ سے ان کو "مارقہ" یعنی دین سے خارج گروہ کہا جاتا تھا۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے آخری دور میں انہیں "خارجی" کہا گیا۔ اس کی دو وجہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پر خروج کیا یعنی اُن کے خلاف بغاوت کی تھی۔ دوسرے یہ کہ حضرت امیر المؤمنین خلیفۂ چہارم رضی اللہ عنہ نے سیّدِ عالم ﷺ کی مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ کی بنیاد پر اسلام سے اُن کے خارج ہو جانے کا فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ اور حضرت امیر المؤمنین کے سمجھانے بجھانے کے باوجود جب وہ مسلمانوں کے دو گروہوں (حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے مابین صلح پر آمادہ نہ ہوئے اور اِس مسئلے پر فتنہ و فساد اور مسلمانوں کے درمیان خوں ریزی پر نہ صرف مصر رہے بل کہ حضرت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی فوج کو اُن کے خلاف بغاوت پر اکسانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم نامہ جاری فرمایا کہ یہ خارجی ہیں، انہیں حضورِ اکرم ﷺ کے حکم مبارک کے مطابق

پکڑ پکڑ کر قتل کرو اور جب یہ بھاگیں تو اپنی سرحد کی آخری حدود ساحلِ سمندر تک اور نجد کے صحراؤں کے آخری سرے تک دھکیل دو یا پھر یہ کہ یہ مجبور و محصور ہو کر ہتھیار ڈال دیں۔ ہم سے جو بعد میں آنے والے ہیں، وہ مخبر صادق ﷺ کے فرمان کے مطابق انھیں بعد میں پھر نمودار ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔ آقا و مولیٰ ﷺ نے ان جاہل دہشت گرد خارجیوں کا جو حُلیہ اور احوال بیان فرمائے ہیں وہ بالکل وہی ہیں جو عصرِ حاضر کے خارجیوں کی تبلیغی جماعت کے "چِلّہ کش غربا" اور ایک نام نہاد اسلامی جماعت کے ریاضت کیش صالحین "اُمرا" کا ہے۔ آج ہماری بہادر افواج ان "دہشت گرد خارجیوں" اور مملکتِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے غدّاروں کے ساتھ جو سلوک کر رہی ہے، وہ خلیفۂ چہارم، امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہُ الکریم کے اسی مبارک فوجی کمانڈ کے عمل کا تسلسل ہے۔ لہٰذا افواجِ پاکستان آج "سپاہِ حیدر" کا کردار ادا کر رہی ہیں اور اس طرح وہ صرف مسلمانانِ پاکستان ہی کے نہیں بل کہ عالمِ اسلام کے شکریے اور اللہ ربُّ العزت کی طرف سے اجرِ عظیم کی مستحق ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ دن بہت قریب ہے جب "سپاہِ حیدری" کی یلغار کی طرح ہماری فوج بھی نعرۂ تکبیر، نعرۂ رسالت اور نعرۂ حیدری کی گونج میں تیزی سے یلغار کرتی ہوئی خوارجِ زمانہ کے ان بزدل دہشت گردوں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گی، بچوں کھچوں کو پابندِ سلاسل اور بھگوڑے ظالمان خارجیوں کو اپنی مغربی سرحدوں کے بلند و بالا ٹیلوں سے باہر اس پار پھینک دے گی جہاں جہادِ روس کے دوران ان پر ڈالر نچھاور کرنے والے اور ان کو جدید اسلحے سے مسلّح کرنے والے ان کے پرانے آقا اور سرپرست امریکن "سی. آئی. اے" اور افغانی "خاد" اور انڈین "را" کے ایجنٹ ان کی ٹوٹی ہوئی ہڈیوں اور کُچلی ہوئی پسلیوں کی مرمت کے لیے فرسٹ ایڈ کا سامان لیے تیار کھڑے ہیں۔

۱۔ ظالمان خارجیوں کے خلاف فوجی اقدام پہلا اور فوری مرحلہ ہے، وہ الحمدللہ بخوبی طے ہو رہا ہے اور ان شاء اللہ کامیابی سے ہم کنار ہوگا۔ اس کے بعد خارجی دہشت گردوں کی عسکری قوت کا تہس نہس کرنا، ان کے نیٹ ورک کا تار و پود بکھیر دینا، ان کی پناہ گاہوں اور عسکری تربیت گاہوں کو بموں سے اُڑا دینا، پہلی، دوسری اور تیسری قیادت کا صفایا، ان بزدلوں کے فرار ہونے کے تمام راستے مسدود کر کے انہیں ہتھیار ڈلوانا اور ان کے مکروہ چہروں پر پڑے ہوئے نقاب اُٹھا کر میڈیا پر پیش کر کے ان کو دوسروں کے لیے سامانِ عبرت بنانا۔ یہ اور بعض دیگر معاملات فوجی اہداف میں شامل ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا ہماری بہادر اور باصلاحیت فوجی قیادت اچھی طرح جانتی ہے۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں ہماری فوجی قیادت کو Purge Operation کا کام کرنا ہے۔ یعنی فوجی اور سیکورٹی ایجنسیوں کے ڈھانچوں اور اس کے مختلف شعبہ جات سے دہشت گردوں کے ایجنٹوں، اُن کے ہم دردوں، بالخصوص تبلیغی جماعت کے زُشت رُو چِلّہ کشوں اور لاہور کے ایک خارجی دعوتی مرکز "منصورہ" کا پس منظر رکھنے والے تنگ نظر اور متعصب "اسلام پسندوں" کا ہانکا اور انہیں چُن چُن کر گرفتار کرنا اور سزا دینا ہے۔ اگر فوری طور پر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم ان کو اہم شعبہ جات کے کلیدی عہدوں سے معزول کر کے انہیں ایک "فضولی جماعت"

(SURPLUS POOL) میں تبادلہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ تاکہ بعد میں امن و امان بحال ہو جانے پر ان کے خلاف قانونی چارہ جوئی کی جاسکے۔

۳۔ تیسرے مرحلے میں تمام فوجی اور دیگر سیکورٹی ایجنسیوں (پولیس، رینجرز، ایلائیٹ فورس، فرنٹیر کور، لیویز وغیرہ) میں جو سِول ملازمین ہیں بالخصوص مساجد کے خطبا و ائمہ اور مذہبی اُمور کے محکموں کے جو عمّال ہیں ان کی اسکریننگ کر کے دہشت گردوں کے ہم مسلک افراد کی فوری طور پر ملازمت سے فراغت ہے۔ تاکہ دہشت گردوں کے خلاف فوجی ایکشن کے بعد اُن کی طرف سے کسی فوری ردِّ عمل کے نتیجے میں مزید تباہی و بربادی سے بچا جاسکے اور دشمنانِ پاکستان کے ہاتھوں میں ہماری خفیہ معلومات اور اہم فیصلوں کی فائل پہنچائے جانے کا سدِّباب بھی ہو سکے۔

۴۔ Purge Operation کا یہی عمل تمام وفاقی اور صوبائی محکموں، اوقاف، اس کے زیرِ انتظام مزارات و مساجد، دینی مدارس، کینٹونمنٹ اور ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کی حدود میں نیز ان کے زیرِ انتظام مساجد، مدارس، مزارات، اسکولز، کالجز اور یونیورسٹیز میں بھی کیا جائے۔

۵۔ تمام کالعدم دہشت گرد تنظیموں بشمول ان تنظیموں کے جو کالعدم ہونے کے بعد کسی رفاہی یا دینی ادارے کا لیبل لگا کر ایک دوسرے لبادے (Camouflage) میں نمودار ہو چکی ہیں، ان کے دفاتر اور ان کے خفیہ و ظاہر نیٹ ورک کو بالکل تباہ کر دیا جائے۔ کیوں کہ ان کے پردے میں کالعدم تنظیموں کے سرپرست یا بعض سینئر عہدے داران، ممبران وغیرہ جو بظاہر دہشت گردوں اور ان کی سابقہ تنظیموں سے لاتعلقی کا اعلان کر چکے ہیں لیکن اب بھی نئی تنظیموں کے درونِ پردہ اُن کے رابطے بحال رہتے ہیں اور وہ انہیں وقتاً فوقتاً نُما امدادیات دیتے رہتے ہیں۔

۶۔ چھٹا مرحلہ ان تمام تنظیموں کے موجودہ اور سابقہ اراکین اور عہدے داروں کے نام اور پتے اور دیگر کوائف کی "ریڈ بُک" بنانے کا ہے تاکہ اُن کی سرگرمیوں پر نہ صرف نظر رکھی جاسکے بل کہ ان میں مشکوک لوگوں کو گرفتار کر کے اُن کے خلاف قانونی کارروائی بھی ممکن ہو سکے۔

۷۔ ساتواں مرحلہ دہشت گردوں کے ان تبلیغی اجتماعات کا خاتمہ اور خوارجِ پاکستان کے تمام، چھوٹے بڑے دینی مدارس، دعوتی اور تحقیقی اداروں کا حکومتی تحویل میں لینے کا عمل ہے کہ جو ان دہشت گردوں کی پرورش و پرداخت (Breeding) اور ذہن سازی اور ذہنی غسل (Brainwashing) کے اصل مراکز رہے ہیں۔ اور یہیں سے ان خارجی دہشت گردوں کی کھیپ کی کھیپ تیار ہو کر ضیا دور سے لے کر آج تک پہلے افغانستان اور اب بیت اللہ محسود کے جنوبی وزیرستان میں قائم عسکری تربیتی کیمپ میں ٹریننگ کے لیے جاتی رہی ہے۔

۸۔ آٹھواں مرحلہ وفاقی اور صوبائی تحویل میں چلنے والے اسکول سے لے کر جامعات تک کے ان تمام تعلیمی اداروں کی صفائی (Purge Operation) کا ہے کہ جہاں کے بعض اساتذہ، شعبوں، کلیات اور اسکول، کالج اور جامعات کے شیوخ دہشت گردوں کے سرپرستوں سے محبت و یگانگت کے روابط رکھتے ہیں بل کہ ان میں بعض تو

کھلم کھلا ان دہشت گرد تنظیموں سے ہم دردی اور ان کی حمایت کا اظہار اپنے لیکچروں میں کرتے رہتے ہیں۔ اس ضمن میں ان نام نہاد دینی جماعتوں سے وابستہ افراد پر بھی خصوصی نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ جن کے سربراہ کھلّم کھلّا الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا میں آئے دن افواجِ پاکستان کے خلاف اور طالبان کی حمایت میں بیان دیتے رہتے ہیں۔ ایسے افراد تعلیمی اداروں کے لیے سیکورٹی رسک ہیں اور تعلیمی اداروں میں کسی وقت بھی امن و امان کا مسئلہ کھڑا کرسکتے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں ایسے افراد کی موجودگی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

۹۔ ایک اہم مرحلہ ان تمام مدارس بالخصوص دیوبندی وہابی مکتبۂ فکر کے تحت چلنے والے مدارس کے نصاب کی تیاری اور بیرونِ ملک سے ناپسندیدہ ذرائع اور ملک دشمن عناصر سے ملنے والی امداد کا بھی ہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل نکات غور طلب رہنے چاہئیں۔

(الف) قرآن و حدیث، فقہ، صرف و نحو اور اصولِ دین کی مروجہ نصابی کتب کے علاوہ جدید عربی و فارسی ادب کی کتب کو بھی نصاب میں شامل کیا جائے۔ اس کے علاوہ انگریزی زبان اور کم از کم میٹرک یا کالج کی سطح تک پڑھائے جانے والے جدید عصری علوم کی بنیادی کتب بھی شاملِ نصاب کی جائیں۔

(ب) سیرتِ نبوی، سِیَر و تذکار اور تصوف کے حوالے سے ایسے مضامین و کتب بھی داخلِ نصاب کیے جائیں کہ جن کے مطالعے سے طالبِ علم کے دل میں سیّدِ عالم ﷺ سے محبت و فدائیت کا جذبہ بیدار ہو اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب و تشویق بھی۔ اسی طرح سلف صالحین اور اولیاے اُمّت سے عقیدت و احترام کا رشتہ استوار ہو تاکہ طالبِ علم ان ذواتِ مقدسہ کے سیرت و کردار کی روشنی میں معاشرے کے مفید اور امن پسند شہری بن کر اپنے اردگرد کے لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوں۔

(ج) ایسے تمام لٹریچر کو جس سے عظمتِ الٰہی، شان و مقامِ رسالت پناہی اور محبوبانِ الٰہی کی توہین و تنقیص کا پہلو نکلتا ہو، خارج از نصاب کیا جائے۔ مسلمانوں کے درمیان اختلاف پھیلانے کی نفرت آمیز کتب نصاب سے قطعی طور پر خارج کر کے اسے ناقابلِ فروخت اور ناقابلِ اشاعت قرار دیا جائے۔

(د) ایسے تمام مدارس جو انٹیلی جنس کی رپورٹ کے مطابق دہشت گرد تنظیموں اور طالبان کو افرادی قوت مہیا کرنے کے ماضی اور حال میں مرکز رہے ہیں، ان کے ذرائع آمدنی اور اخراجات کا آڈٹ کر کے تحصیلِ مال کے غیر قانونی ذرائع کا سدِّباب کیا جائے اور اس گھناؤنے کام میں ملوث افراد کو دہشت گردوں کو مالی اور افرادی وسائل مہیا کرنے کے جرم میں گرفتار کر کے مقدمہ چلایا جائے۔

۱۰۔ آخری لیکن نہایت اہم مرحلہ ملک کے پس ماندہ علاقوں بشمول سوات، فاٹا، وزیرستان وغیرہ سے جہالت اور غربت کا خاتمہ ہے۔ لیکن یہ مسئلہ جس قدر توجہ طلب ہے اس کا حل اتنا ہی صبر آزما اور طویل المیعاد منصوبہ بندی کا حامل ہے۔ یہ موضوع اس قدر تفصیل طلب ہے کہ اس پر ایک علیحدہ اداریہ بل کہ تحقیقی مقالہ تحریر کرنے

کی ضرورت ہے۔ مختصراً یہ عرض ہے کہ اگر ہمارے حکمران اور سیاسی قیادت اس مسئلے کے تدارک کے لیے واقعی مخلصانہ کاوش، تدبّر، غور و فکر اور منصوبہ بندی سے کام لیں تو چند برسوں میں اس کے بہتر نتائج بر آمد ہونا شروع ہو جائیں گے۔

حضرت امام غزالی، حضرت مجددِ الف ثانی، حضرت محقق علی الاطلاق مجدد شیخ عبد الحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدثِ دہلوی اور امام احمد رضا محدثِ بریلوی رحمہم اللہ جیسے مصلحینِ اُمّت کے تعلیمی، سیاسی اور معاشی افکار و نکات میں اس کا بہترین حل موجود ہے۔ اصل بات منصوبہ بندی کرنے والوں اور اس پر عمل درآمد کرانے والوں کے اخلاص، جذبۂ خوفِ الٰہی، عشقِ رسول ﷺ، حبُّ الوطنی میں سرشاری اور اپنے اپنے فن میں کامل مہارت کی ہے۔ اگر ایسا جذبہ رکھنے والے ماہرینِ فن کی ٹیم بنائی جائے جو مذکورہ اسلافِ کرام کے تعلیمی اور معاشی افکار کو عصرِ جدید کی ضروریات کے مطابق ڈھال کر تعلیمی ترقی اور معاشی بحالی کے تین ''پانچ سالہ'' منصوبے بنائیں اور پھر مرحلہ وار مکمل دیانت و امانت کے ساتھ اس پر عمل در آمد بھی کروائیں تو ان شاء اللہ العزیز پہلے ہی مرحلے کی تکمیل پر ان پس ماندہ علاقوں میں جہالت کے سائے سمٹتے اور غربت کے اندھیرے امن و خوش حالی کی روشنی کی کرنوں میں بدلتے نظر آنے لگیں گے۔ پندرہ سال مکمل ہونے پر تو ان شاء اللہ وہاں علمِ نافع کی تعلیم و تعلّم اور معاشی خوش حالی کا دور دورہ شروع ہو چکا ہوگا لیکن ایسے نتائج اخذ کرنے کے لیے ہمیں خود اپنے کردار کو اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنا ہوگا اور حوصلہ مند باکردار سیاسی قیادت کو آگے لانا ہوگا ورنہ گلشن میں صیاد کا راج قائم رہے گا، نشیمن پر بجلیاں گرتی رہیں گی، چمن میں کانٹے اُگتے رہیں گے، شاخوں پر اُلّو بیٹھتے رہیں گے۔ تلک عشرۃ کاملہ۔

اللہ تبارک تعالیٰ قادرِ مطلق ہے، وہ مقلب القلوب ہے، وہ چاہے تو آنِ واحد میں ہمارے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دے، ہمارے بدکردار، خود غرض اور عیاش حکمرانوں کو خداترس اور باکردار اولوالامر سے تبدیل کر دے۔ جب خالقِ ارض و سما ربُّ العلیٰ کی رحیمی اور کریمی پر ہماری نظر پڑتی ہے تو ہم گناہ گاروں کے دلوں کو ایک گونہ اطمینان آجاتا ہے کہ اسی نے ہمیں یہ خطۂ ارض اپنے اور اپنے رسولِ مکرم ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے اور محبوبِ کریم ﷺ کو عطا کردہ نظامِ شریعت کو نافذ کرنے کے لیے عطا فرمایا ہے۔ وہی شیطانوں، اسلام دشمنوں، خارجیوں، فتنہ و فساد کرنے والوں کے شر سے ہماری پاک سرزمین کی، ہماری اور ہماری آنے والی نسلوں کی حفاظت فرمائے گا۔ اسی سے اور اسی کی طرف ہمارا رجوع ہے، اسی کے حضور دعا ہے اور اسی کی رضا کی خاطر، اسی سے راضی بہ رضا، رضا کی زبان میں اسی سے ہماری عرض ہے۔

یہی عرض ہے خالقِ ارض و سما، وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ ترا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم
تُو ہی بندوں پہ کرتا ہے لطف و عطا، ہے تجھی پہ بھروسا تجھی سے دعا
مجھے جلوۂ پاکِ رسول دِکھا، تجھے اپنے ہی عزّ و علا کی قسم
مِرے گرچہ گناہ ہیں حد سے سوا، مگر ان سے اُمید ہے تجھ سے رَجا
تُو رحیم ہے ان کا کرم ہے گواہ، وہ کریم ہیں تیری عطا کی قسم

تفسیر رضوی

سورۃ البقرۃ

معارف قرآن
من افاضات امام احمد رضا

گذشتہ سے پیوستہ

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

ردالمحتار وفتح القدیر میں ہے:

اھل الشرع انما یتعارفون الا شھر والسنین بالاھلة فاذا اطلقوا السنة انصرف الی ذلک ما لم یصرحوا بخلافه.

اگر بعض مسلمان بہ اتباع نصاریٰ شہورِ شمسیہ پر حساب رکھنے لگیں تو اس کا اعتبار نہیں کہ معتبر عام وشائع ہے نہ قرار داد خاص بعض ناس۔

الاشباہ والنظائر میں ہے:

انما تعتبر العادة اذا طردت اوغلبت ولذا قالوا فی البیع لوباع بدراھم او دنانیر وکانا فی بلد اختلف فیه النقود مع الاختلاف فی المالیة والرواج انصرف البیع الی الاغلب قال فی الهدایة لانه هو المتعارف فینصرف المطلق الیه.

اور بالفرض مان بھی لیا جائے کہ یہاں کے مسلمانوں میں شہور شمسیہ بھی بہ کثرت رواج پا گئے۔ تاہم اس میں کلام نہیں کہ مدرسینِ علومِ عربیہ دینیہ کا تقرر عام طور پر انہیں شہورِ ہلالیہ پر متعارف ہے کہ وہ خاص یہی کام ہے اور عام مسلمین پر بحمد اللہ ہنوز اتباع نصاریٰ ایسا غالب نہ ہوا کہ اپنے دینی امور میں بھی ان کی تقلید کریں۔ تو اس تقرر میں قطعاً شھورِ ربانیہ معتبر ہوں گے نہ شھورِ نصرانیہ۔ کما لا یخفی علی اولی النھی۔

تعلیمِ علومِ دینیہ پر اجرت لینی صدہا سال سے بہ مذہب مفتی علما نے نظر بہ فسادِ زمانہ فرمائی۔ یہ تحلیل اس لیے تھی کہ اہلِ علم ناشرانِ علمِ دین کی خدمت ہوتی رہے، وہ تلاشِ معاش میں پریشان ہو کر اس وراثتِ انبیا (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی اشاعت سے مجبور نہ رہیں، نہ اس لیے کہ معاذ اللہ استاذِ علمِ دین کی تعظیم وتوقیر نہ کی جائے۔ اساتذہ و شیوخِ علومِ شرعیہ بلاشبہ آبائے معنوی وآبائے روح ہیں جن کی حرمت و عظمت آبائے جسم سے زائد ہے کہ وہ پدرِ آب وگل ہے اور یہ پدرِ جان ودل، علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

من علم الناس ذاک خیر اب. ذا ابو الروح لا ابو النطف.

یعنی استاذ کا مرتبہ باپ سے زیادہ کہ روح کا باپ ہے نہ نطفے کا۔

علامہ حسن شرنبلالی غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر وغرر میں فرماتے ہیں:

الوالد هو والد التربیة فرتبته فائقة رتبة والد التبنیة.

یعنی اعلیٰ درجے کا باپ استاذ مربی ہے۔ اس کا مرتبہ پدرِ نسب کے مرتبے سے زائد ہے۔

عین العلم شریف ہے:

یبر الوالدین فالعقوق من الکبائر و یقدم حق المعلم علی حقهما فهو سبب حیاة الروح.

ماں باپ کے ساتھ نیک برتاؤ کرے کہ انہیں ناراض کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔ اور استاذ کے حق کو ماں باپ کے حق پر مقدم رکھے کہ وہ زندگی روح کا سبب ہے۔

امام شعبہ فرماتے ہیں:

ما کتبت عن احد حدیثا الا و کنت له عبدا ما احی.

میں نے جس کسی سے ایک حدیث بھی لکھی میں عمر بھر اس کا غلام ہوں۔

فتاویٰ بزازیہ وفتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

حق العالم علی الجاهل وحق الاستاذ علی التلمیذ واحد علی السواء و هو ان لا یفتتح بالکلام قبله و لا یجلس مکانه و ان غاب و لا یرد علی کلامه و لا یتقدم علیه فی مشیه.

عالم کا جاہل پر استاذ کا شاگرد پر برابر یکساں حق ہے کہ اس سے پہلے بات نہ کرے، وہ موجود نہ ہو جب بھی اس کی جگہ پر نہ بیٹھے۔ اس کی کوئی بات نہ الٹے۔ اس سے آگے نہ چلے۔ وباللہ التوفیق۔ (قدیم ۱۴۶/۸)

(۲۰۰) فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِکَکُمْ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا وَ مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۔ ☆

پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے بلکہ اس سے زیادہ اور کوئی آدمی یوں کہتا ہے کہ اے رب ہمارے ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

﴿۳۶﴾ امام احمد رضا محدّث بریلوی قُدِّسَ سِرُّہٗ فرماتے ہیں:

امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

ارید به ذکر اللّٰه تعالٰی فی الا و قات کلها.

اس آیت سے یہ مراد کہ ذکرِ الٰہی جمیع اوقات میں کرو۔ (جدید ۵۳۹/۸)

کافر خواہ مشرک یا غیر مشرک، جیسے آج کل کے عام رافضی کہ منکرانِ ضروریاتِ دین ہیں انھیں ہرگز کسی طرح فعلِ خیر کا ثواب نہیں پہنچ سکتا۔

قال اللّٰه تعالٰی: وَمَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ. (البقرة: ۲۰۰)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اور انہیں ایصالِ ثواب کرنا معاذ اللہ خود راہِ کفر کی طرف جانا ہے کہ نصوصِ قطعیہ کو باطل ٹھہرانا ہے۔ رافضی تبرائی کا فقہائے کرام کے نزدیک یہی حکم ہے۔ ہاں جو تبرائی نہیں۔ جیسے تفضیلی انہیں ثواب پہنچ سکتا ہے۔ اور پہنچانا بھی حرام نہیں جب کہ ان سے دینی محبت یا ان کی بدعت کو سہل و آسان سمجھنے کی بنا پر نہ ہو، ورنہ۔ انکم اذا مثلهم۔ یہ بھی انہیں میں شمار ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۲۹۱/۹۔۲۹۲)

(۲۰۸) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً ۪ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ ☆

(۲۰۹) فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْکُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔ ☆

(۲۱۰) هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ ☆

اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

اور اگر اس کے بعد بھی بچلو کہ تمہارے پاس روشن حکم آ چکے تو جان لو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہی کہ اللہ کا عذاب آئے چھائے ہوئے بادلوں میں اور فرشتے اتریں اور کام ہو چکے اور سب کاموں کی رجوع اللہ کی طرف ہے۔

﴿۳۷﴾ امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

جلالین شریف میں ہے:

نزل فی عبد اللّٰه بن سلام و اصحابه لما عزموا السبت و کرهوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم ای الاسلام کافةای فی جمیع شرائعه.

یعنی جب علمائے یہود مشرف بہ اسلام ہوئے، عاداتِ قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیمِ شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا، اس پر حق سبحانہ وتعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ نازل فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۹۱/۵)

﴿جاری ہے......﴾

گذشتہ سے پیوستہ

معارف حدیث
من افاضات امام احمد رضا

۱۲۔ صفاتِ مومن

مرتبہ: مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

(۱۲) علامتِ محبت

۲۱۹۔ عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالٰی عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم: مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهُ.

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی سے محبت کرتا ہے تو اسکا ذکر زیادہ کرتا ہے۔ فتاوی رضویہ ۳/۱۴۰

۲۲۰۔ عن أبی الدرداء رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم: حُبُّکَ الشَّیْءَ يُعْمِیْ وَيُصِمُّ. فتاوی رضویہ ۵/۱۳۵

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی چیز سے انتہائی محبت تم کو اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے۔

(۱۳) مومن کو ہر چیز پر اجر ملتا ہے

۲۲۱۔ عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالی عليه وسلم: كُلُّ سُلاَمیٰ مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلَعُ فِيْهِ الشَّمْسُ تَعْدِلُ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ صَدَقَةٌ بَيْنَهُمَا، وَتُعِيْنُ الرَّجُلَ عَلیٰ دَابَّتِهٖ فَتَحْمِلُ عَلَيْهَا اَوْتَرْ فَعُ لَهٗ عَلَيْهَا مَتَاعَهٗ صَدَقَةٌ، وَالْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ، وَدَلُّ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ، وَتَمِيْطُ الْاَذیٰ عَنِ الطَّرِيْقِ صَدَقَةٌ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی پر جسمانی جوڑوں کے برابر صدقہ کرنا واجب ہے۔ تو ہر دن دو آدمیوں کے درمیان صلح کرانا بھی صدقہ ہے۔ کسی کی مدد کر کے اسکو سواری پر سوار کرنا بھی صدقہ ہے۔ سواری پر کسی کا سامان لدوا دینا بھی صدقہ ہے۔ اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے۔ راستہ بتانا صدقہ ہے۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز ہٹانا بھی صدقہ ہے۔

(۱۴) پرورشِ اہل وعیال پر اجر

۲۲۲۔ عن المقدام بن معدی كرب رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم: مَا اَطْعَمْتَ زَوْجَتَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ ، وَمَا اَطْعَمْتَ وَلَدَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ، وَمَا اَطْعَمْتَ خَادِمَکَ فَهُوَ لَکَ صَدَقَةٌ.

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو تم اپنی بیوی کو کھلاؤ وہ تمہارے لئے باعث ثواب ہے۔ اور جو اولاد کو کھلاؤ وہ بھی باعث اجر اور جو تم اپنے خادم کو کھلاؤ وہ بھی ثواب کا کام ہے۔ فتاوی رضویہ ۸/۵۰۶

(۱۵) ہر زمانے میں سات مسلمان دنیا میں ضرور رہے

۲۲۳۔ عن أمير المؤمنين علی كرم الله تعالٰی وجهه الكريم قال: لم يزل علی وجه الدهر سبعة مسلمون فصاعداً فلولا ذلک هلكت الأرض ومن عليها.

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: روئے زمین پر ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زمین واہل زمین سب ہلاک ہو جاتے۔

۲۲۴۔ عن عبد الله بن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال: ما خلت الأرض من بعد نوح من سبعة يدفع الله بهم عن أهل الأرض.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔
آپ نے ارشاد فرمایا: نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمین کبھی سات بندگان خدا سے خالی نہ ہوئی جن کے سبب اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔

[۲] امام احمد رضا محدّث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب صحیح حدیثوں سے ثابت کہ ہر قرن وطبقہ میں روئے زمین پر لا اقل سات مسلمان بندگانِ مقبول ضرور رہے ہیں اور خود صحیح بخاری شریف کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن سے پیدا ہوئے وہ لوگ ہر زمانے میں ہر قرن میں خیارِ قرن سے تھے۔ اور آیتِ قرآنیہ ناطق کہ کوئی کافر اگر چہ کیسا ہی شریف القوم، بالا نسب ہو کسی مسلمان غلام سے بھی خیر و بہتر نہیں ہوسکتا، تو واجب ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبا و امہات ہر قرن وطبقہ میں انہیں بندگانِ صالح ومقبول سے ہوں۔ ورنہ، معاذ اللہ! صحیح بخاری شریف میں فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن عظیم میں ارشادِ حق جل وعلا کے مخالف ہوگا۔

اقول: والمعنی ان الکافر لایستاھل شرعا ان یطلق علیه انه من خیار القرن لاسیما ھناک مسلمون صالحون وان لم یرد الخیریة الا بحسب النسب فافھم.

یہ دلیل امامِ جلیل خاتم الحفاظ جلال الملت والدین سیوطی قدس سرہ نے افادہ فرمائی۔

فاللّٰہ یجزیه الجزاء الجمیل۔ فتاویٰ رضویہ ۱۱/۱۵۵

میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ کافر اس بات کا اہل ہی نہیں کہ اسے بہترین خلائق کہا جائے بالخصوص اس صورت میں کہ وہاں صالح مسلمان بھی موجود ہوں۔ اگر چہ افضلیت سے صرف نسبی افضلیت ہی کیوں نہ مراد ہو۔

حوالہ جات

۲۱۹۔ الجامع الصغیر للسیوطی، ۲/ ۵۰۷
☆ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۵/ ۲۰
کنز العمال للمتقی، ۱۸۲۹۹، ۱/ ۴۲۵
☆ کشف الخفاء للعجلونی، ۲/ ۲۰۷
۲۲۰۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۵/ ۱۹۴
☆ السنن لابی داؤد، الادب، ۲/ ۶۹۹
۲۲۰۔ اتحاف السادۃ للزبیدی، ۷/ ۲۷۶
☆ التفسیر لابن کثیر ۱/ ۱۸۱
جامع مسانید ابی حنیفة، ۱/ ۲۳
☆ مسند ابی حنیفة، ۱۶۸
تاریخ بغداد للخطیب، ۳/ ۱۱۷
☆ التفسیر للقرطبی، ۱/ ۳۰۷
تاریخ دمشق لابن عساکر، ۳/ ۳۲۵
☆ کشف الخفاء للعجلونی، ۱/ ۴۱۰
۲۲۱۔ الجامع الصحیح للبخاری، الجهاد، ۱/ ۴۱۹
☆ الصحیح لمسلم، الزکوٰۃ، ۱/ ۳۲۵
المسند لاحمد بن حنبل، ۲/ ۳۱۲
☆ السنن الکبریٰ للبیهقی، ۴/ ۱۸۸
شرح السنة، للبغوی، ۶/ ۱۴۵
☆ الدر المنثور للسیوطی، ۱/ ۲۱۰
۲۲۲۔ المسند لاحمد بن حنبل، ۴/ ۱۳۱
☆ کنز العمال للمتقی، ۱۶۳۲۱، ۶/ ۴۱۵
الدر المنثور للسیوطی، ۱/ ۳۳۷
☆ التفسیر لابن کثیر، ۲/ ۲۶۴
حلیة الاولیاء لابی نعیم، ۹/ ۳۰۹
☆ تاریخ دمشق لابن عساکر، ۵/ ۸۹
المعجم الکبیر للطبرانی، ۲۰/ ۲۶۸
☆ الادب المفرد للبخاری، ۳۰
۲۲۳۔ المصنف لعبد الرزاق، یہ حدیث نہیں مل سکی۔ ۱۲م
۲۲۴۔ اس حدیث کا حوالہ نہیں ملا۔ البتہ کچھ فرق سے حلیة الاولیاء ۶/ ۲۰
☆ میں حضرت کعب احبار کا قول مروی ہے۔ ۱۲م

جاری ہے......

گزشتہ سے پیوستہ

رسالہ: انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللّٰہ
(یارسول اللہ کہنے کے جواز کے بارے میں نورانی تنبیہیں)

مصنف: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

یہی شاہ صاحب ''انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ'' میں قضاے حاجت کے لیے ایک ختم کی ترکیب یوں نقل کرتے ہیں:

اول دو رکعت نفل، بعدازاں یک صد و یازدہ بار درود و بعدازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید و یک صد و یازدہ بار شَیْئًا لِلّٰہِ یَا شَیْخُ عَبْدَ الْقَادِرِ جِیْلَانِیُ۔ [۳۵]

پہلے دو رکعت پڑھے پھر ایک سو گیارہ بار درود شریف، ایک سو گیارہ بار کلمۂ تمجید، پھر ایک سو گیارہ بار یہ پڑھے: اے شیخ عبدالقادر جیلانی! خدارا کچھ عطا فرمائیں۔ (ت)

اسی انتباہ سے ثابت ہے کہ یہی شاہ صاحب اور اُن کے شیخ و استاذِ حدیث مولانا طاہر مدنی جن کی خدمت میں مدتوں رہ کر شاہ صاحب نے حدیث پڑھی اور ان کے شیخ و استاذ و والد مولانا ابراہیم کُردی اور اُن کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی کہ یہ چاروں حضرات بھی شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث میں داخل اور شاہ صاحب کے پیر و مرشد شیخ محمد سعید لاہوری جنھیں انتباہ میں ''شیخ معمر ثقہ'' کہا اور اعیانِ مشائخ طریقت سے گنا اور اُن کے پیر شیخ محمد اشرف لاہوری اور ان کے شیخ مولانا عبدالمالک اور ان کے مرشد شیخ بایزید ثانی اور شیخ شناوی کے پیر حضرت سید صبغۃ اللہ بروجی اور ان دو صاحبوں کے پیر و مرشد مولانا وجیہ الدین علوی شارح ہدایہ و شرح وقایہ اور ان کے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری علیہم رحمۃ الملک الباری، یہ سب اکابر نادِ علی کی سندیں لیتے اور اپنے تلامذہ و مستفیدین کو اجازتیں دیتے اور یا علی یا علی کا وظیفہ کرتے وللہ الحجۃ السامیہ، جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسالہ انہار الانوار و حیات الموات فی بیان سماع الاموات کی طرف رجوع کرے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں حضرتِ ارفع و اعلیٰ امام العلما نظام الاولیا حضرت سیدی احمد زروق مغربی قدس سرہ استاذ شمس الدین لقانی و امام شہاب الدین قسطلانی شارح صحیح بخاری کی مدحِ عظیم لکھی کہ وہ جناب ابدالِ سبعہ و محققین صوفیہ سے ہیں، شریعت وحقیقت کے جامع، باوصف عُلوِ باطن، ان کی تصانیف علومِ ظاہری میں بھی نافع و مفید و بکثرت ہیں۔ اکابر علما فخر کرتے ہیں کہ ہم ایسے جلیل القدر عالم و عارف کے شاگرد ہیں، یہاں تک کہ لکھا:

بالجملہ مردے جلیل القدرے ست کہ مرتبۂ کمالِ اُو فوق الذکر است۔

خلاصہ یہ کہ وہ بڑی قدر و منزلت والے بزرگ ہیں کہ ان کا مقام و مرتبہ ذکر سے ماوراء ہے۔ (ت)

پھر اس جناب جلالت مآب کے کلام سے دو بیتیں نقل کیں کہ فرماتے ہیں۔

انا لمریدی جامع لشتاتہ
اذا ما سطا جورُ الزمان بنکبتہ

وان کنت فی ضیق و کرب و وحشۃٍ
فناد بیا زرّوق اٰتِ بسرعتہ۔

[۳۶]

یعنی میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں جب ستمِ زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرے اور تو تنگی و تکلیف و وحشت میں ہو تو یوں ندا کر: یازروق، میں فوراً آموجود ہوں گا۔

علامہ زیادی، پھر علامہ اجہوری صاحبِ تصانیفِ کثیرہ مشہورہ، پھر علامہ داؤدی محشی شرح منہج، پھر علامہ شامی صاحبِ ردالمحتار حاشیہ در مختار گم شدہ چیز ملنے کے لیے فرماتے ہیں کہ

''بلندی پر جا کر حضرت سیدی احمد بن علوان یمنی قدس سرہٗ کے لیے فاتحہ پڑھے پھر انھیں ندا کرے کہ یا سیدی احمد یا ابن علوان۔'' [۳۷]

شامی مشہور و معروف کتاب ہے۔ فقیر نے اس کے حاشیے کی یہ عبارت اپنے رسالہ حیاۃ الموات کے ہامشِ تکملہ پر ذکر کی۔

غرض یہ صحابۂ کرام سے اس وقت تک کے اس قدر ائمہ و اولیا و علما ہیں جن کے اقوال فقیر نے ایک ساعتِ قلیلہ میں جمع کیے۔ اب مشرک کہنے والوں سے صاف صاف پوچھنا چاہیے کہ عثمان بن حنیف و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لے کر شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ تک سب کو کافر و مشرک کہتے ہو یا نہیں؟ اگر انکار کریں تو الحمد للہ ہدایت پائی اور حق واضح ہو گیا اور بے دھڑک ان سب پر کفر و شرک کا فتویٰ جاری کریں تو ان سے اتنا کہیے کہ اللہ تمھیں ہدایت کرے۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو تو کسے کہا اور کیا کچھ کہا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور جان لیجیے کہ جس مذہب کی بنا پر صحابہ سے لے کر اب تک کے اکابر سب معاذ اللہ مشرک و کافر ٹھہریں وہ مذہب خدا اور رسول کو کس قدر دشمن ہوگا۔

صحیح حدیثوں میں آیا کہ ''جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہے۔'' [۳۸] اور بہت ائمۂ دین نے مطلقاً اس پر فتویٰ دیا جس کی تفصیل فقیر نے اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ ہم اگرچہ بحکم احتیاط تکفیر نہ کریں تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ ایک گروہِ ائمہ کے نزدیک یہ حضرات کہ یا رسول اللہ و یا علی و یا حسین و یا غوث الثقلین کہنے والے مسلمانوں کو کافر و مشرکین کہتے ہیں خود کافر ہیں تو ان پر لازم کہ نئے سرے سے کلمۂ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح تجدید کریں۔

دُرِّ مختار میں ہے:

مافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار و التوبۃ وتجدید النکاح. [۳۹]

اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اس کے مرتکب کو استغفار و توبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ (ت)

فائدہ: حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ندا کرنے کے عمدہ دلائل سے ''التحیات'' ہے جسے ہر نمازی ہر نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کرتا ہے السلامُ علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے تو یہ عجب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک و داخل ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسے ہی چلی آتی ہے تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے نہ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ندا حاشا وکلا شریعتِ مطہرہ نے نماز میں کوئی ذکر ایسا نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنی

مراد نہ ہوں۔نہیں نہیں بلکہ قطعاً یہی درکار ہے التحیات للّٰہ والصلوات سے حمدِ الٰہی کا قصد رکھے اور السلام علیک ایھا النبی ورحمة اللّٰہ وبرکاتہٗ سے یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کرتا اور حضور سے بالقصد عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

فتاوائے عالمگیری میں شرح قدوری سے ہے:

لابدّ من ان یقصد بالفاظ التشھد معانیھا التی وضعت لھا من عندہ کانہ یُحَیِّ اللّٰہ تعالیٰ ویسلّم علی النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ نفسہ وعلیٰ اولیاءِ اللّٰہ تعالیٰ. [۴۰]

تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرنا ضروری ہے جن کے لیے ان الفاظ کو وضع کیا گیا ہے اور جو نمازی کی طرف سے مقصود ہوں۔ گویا کہ نمازی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانۂ عبادت پیش کر رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر، خود اپنی ذات پر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے۔(ت)

تنویر الابصار اور اس کی شرح دُرِّ مختار میں ہے:

(ویقصد بالفاظ التشھد) معانیھا مرادة لہ علیٰ وجہ (الانشاء) کانہ یحیّ اللّٰہ تعالیٰ ویسلم علی نبیّہ وعلیٰ نفسہ واولیائہ (لاالاخبار) عن ذٰلک ذکرہ فی المجتبیٰ.[۴۱]

الفاظِ تشہد سے اُن کے معانی مقصودہ کا بطور انشا قصد کرے، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہارِ بندگی کر رہا ہے اور اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، خود اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام بھیج رہا ہے، ان الفاظ سے حکایت وخبر کا قصد نہ کرے۔ اس کو مجتبیٰ میں ذکر کیا ہے۔(ت)

علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

یَقْصُدُ مَعَانِیَہٗ مرادةً لہٗ علیٰ اَنَّہٗ یُنْشِئُھَا تَحِیَّةً وَسَلَامًا مِنْہُ. [۴۲]

قصد کرے معنیٰ مقصودہ کا بایں طور کہ نمازی اپنی طرف سے تحیت اور سلام پیش کر رہا ہے۔(ت)

اسی طرح بہت علما نے تصریح فرمائی۔ اس پر بعض سفہائے منکرین یہ عذر گھڑتے ہیں کہ صلوٰۃ وسلام پہنچانے پر ملائکہ مقرر ہیں تو ان میں ندا جائز اور ان کے ماورا میں ناجائز، حالاں کہ یہ سخت جہالت بے مزہ ہے، قطع نظر بہت اعتراضوں سے جو اس پر وارد ہوتے ہیں ان ہوشمندوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ صرف درود وسلام ہی نہیں بلکہ اُمت کے تمام اقوال وافعال واعمال روزانہ دو وقت سرکار عرش وقار حضور سید الابرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیے جاتے ہیں۔ احادیثِ کثیرہ میں تصریح ہے کہ مطلقاً اعمالِ حسنہ وسیئہ سب حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں، اور یونہی تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور والدین واعزا واقارب سب پر عرضِ اعمال ہوتی ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ ''سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ'' میں وہ سب حدیثیں جمع کیں، یہاں اسی قدر بس ہے کہ امامِ اجل عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

لیس من یومٍ اِلّا وتعرض علی النبی وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اعمال اُمّتہٖ غدوة وعشیًا فیعرفھم

بسیماھم واعمالھم. [۴۳]

یعنی کوئی دن ایسا نہیں جس میں سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اعمالِ اُمت ہر صبح و شام پیش نہ کیے جاتے ہوں، تو حضور کا اپنے اُمتیوں کو پہچاننا ان کی علامت اور ان کے اعمال دونوں وجہ سے ہے (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وشرف وکرم)۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ بتوفیق اللہ عزوجل اس مسئلے میں ایک کتابِ مبسوط لکھ سکتا ہے مگر منصف کے لیے اسی قدر روانی، اور خدا ہدایت دے تو ایک حرف کافی۔

اکفنا شر المضلین یا کافی وصل علیٰ سیدنا ومولانا محمدن الشافی والہ وصحبه حماة الدین الصافی امین والحمد للّٰہ رب العالمین.

اے کفایت فرمانے والے! ہماری طرف سے گمراہ کرنے والوں کے شر کا دفاع فرما۔ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفےٰ پر درود نازل فرما جو شفا عطا فرمانے والے ہیں اور آپ کے آل واصحاب پر جو دین صافی کے حمایتی ہیں آمین والحمد للہ رب العالمین (ت)۔

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفےٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

﴿حوالہ جات﴾

[۳۵] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

نوٹ: الانتباہ دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں سلاسلِ طریقت بیان کیے گئے ہیں اور دوسرے حصے میں فقہ وحدیث کی سندیں بیان کی گئی ہیں۔ دوسرا حصہ مکتبۂ سلفیہ لاہور نے ''وصّاف النبیہ'' کے نام سے شائع کیا تھا، ناشر نے مقدمے میں تصریح کی ہے اس حصے کا ایک باب نہیں مل سکا اور وہ کچھ ضروری بھی نہ تھا، غالباً یہ حوالہ اسی ''غیر ضروری'' حصے میں قلم زد ہو گیا ہے ۱۲، شرف قادری۔

[۳۶] بستان المحدثین حاشیہ سید زرّوق فاسی علی البخاری ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۲۔

[۳۷] حواشی الشامی علیٰ رد المحتار کتاب اللقطہ دار احیا التراث العربی بیروت ۳/۳۲۴۔

[۳۸] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۱۔

صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال الایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر ۱/۵۷۔

[۳۹] الدر المختار کتاب الجہاد باب المرتد، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹۔

[۴۰] الفتاوی الہندیۃ کتاب الصلوٰۃ الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۷۲۔

[۴۱] الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰۃ باب صفۃ الصلوٰۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۷۔

[۴۲] مراقی الفلاح علیٰ ہامش حاشیۃ الطحطاوی کتاب الصلوٰۃ، نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، کراچی ص ۱۵۵۔

[۴۳] المواہب الدنیۃ بحوالہ ابن المبارک عن سعید ابن المسیب المقصد الرابع الفصل الثانی بیروت ۲/۶۹۷۔

x...... x...... ☆☆☆...... x...... x

رسالہ

﴿انوار الانتباہ فی حل ندا یارسول اللہ ختم ہُوا۔﴾

آدابِ سفرِ حج۔ فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ط وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (اٰلِ عمران: ۹۷)

اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل سکے۔[۱] اور جو منکر ہو تو اللہ سارے جہاں سے بے پرواہ ہے۔[۲] (کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن)

حضرت علامہ مفتی سیّد محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ اپنے حاشیۂ کنزالایمان ''خزائن العرفان'' میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

[۱] اس آیت میں حج کی فرضیت کا بیان ہے اور اس کا کہ استطاعت شرط ہے۔ حدیث شریف میں ہے، سیّد عالم ﷺ نے اس کی تفسیر 'زاد و راحلہ' سے فرمائی:

''زاد'' یعنی توشہ کھانے پینے کا انتظام اس قدر ہونا چاہیے کہ جاکر واپس آنے تک کے لیے کافی ہو اور یہ واپسی کے وقت تک اہل وعیال کے نفقہ کے علاوہ ہونا چاہیے۔

''راہ'' کا امن بھی ضروری ہے کیوں کہ بغیر اس کے استطاعت ثابت نہیں ہوتی۔

[۲] اس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرضِ قطعی کا منکر کافر ہے۔

امام احمد رضا خاں قادری محدثِ بریلوی قدس سرہ العزیز اپنے فتاویٰ میں حج کی فرضیت سے متعلق رقم طراز ہیں:

''حج کی فرضیت میں عورت مرد کا ایک حکم ہے۔ جو راہ کی طاقت رکھتا ہو، اُس پر فرض ہے۔ مرد ہو یا عورت، جو ادا نہ کرے گا، عذابِ جہنم کا مستحق ہوگا۔ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے سفر کو جانا حرام ہے۔۔۔ ہاں جب فرض ادا ہو جائے تو بار بار عورت کو مناسب نہیں کہ وہ جس قدر پردے کے اندر ہے، اس قدر بہتر ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد:۱۰، ص:۶۵۷)

ایک اور مقام پر حج کی فرضیت سے متعلق چند اُمور کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''زید اپنے ذاتی روپے سے استطاعت رکھتا ہے تو حج اس پر فرض ہے اور حج فرض میں والدین کی اجازت درکار نہیں بل کہ والدین کو ممانعت کا اختیار نہیں۔۔۔ والدین پر قرض ہونا اس شخص پر فرضیت میں خلل انداز نہیں۔''

(ایضاً، ص: ۶۵۸)

امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ حج بدل سے متعلق رقم طراز ہیں:

''زندگی میں جو کوئی حجِ بدل اپنی طرف سے بہ وجہِ عجز و مجبوری کرائے، اس حج کی صحت کے لیے شرط ہے کہ وہ مجبوری آخر عمر تک مستمر (یعنی وہ علت برقرار) رہے۔ اگر حجِ بدل کے بعد مجبوری جاتی رہے اور بہ ذاتِ خود حج

کرنے پر قدرت پائی تو اس سے پہلے جتنے حج بدل اپنی طرف سے کرائے ہوں، سب ساقط ہوگئے، حج نفل کا ثواب رہ گیا، فرض ادا نہ ہوا۔ اب اس پر فرض ہے کہ خود حج کرے۔ پھر اگر غفلت کی اور وقت گزر گیا اور اب دوبارہ مجبوری لاحق ہوئی تو از سرِ نو حج بدل کرانا ضروری ہے۔"

امام احمد رضا خاں قادری محدثِ بریلوی قدس سرہ العزیز۔ نے فتاویٰ رضویہ میں متعدد مسائل حج و زیارت سے متعلق تحریر فرمائے ہیں اور ان فتاویٰ کے علاوہ بھی کئی رسائل اردو اور عربی زبان میں رقم فرمائے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ صَیقَلُ الرَّین عَنْ اَحکَامِ مُجَاوَرَۃِ الحَرَمَین (۱۳۰۵ھ) [عربی]

۲۔ اَنوَارُ البَشَارَۃِ فِی مَسَآئِلِ الحَجِّ وَالزِّیَارَۃِ (۱۳۲۹ھ) [اردو]

۳۔ اَلنَّیِّرَۃُ الوَضِیَّۃُ شَرحُ الجَوہَرَۃِ المَضِیَّۃِ (۱۲۹۵ھ)

امام احمد رضا نے تیسرا رسالہ النیرۃ الوضیۃ کے نام سے شرح و ترجمہ کے ساتھ تحریر کیا۔ اصل رسالہ عربی زبان میں الشیخ سیّد حسین بن صالح جمل الیل فاطمی حسینی امام و خطیب شافعیہ، مکۃ المکرّمہ (م ۱۳۰۱ھ) کا لکھا ہوا بعنوان "الجوھرۃ المضیۃ" ہے جو انہوں نے امام احمد رضا محدثِ بریلوی کو اُن کے پہلے حج کے موقع پر پیش کیا تھا۔ امام احمد رضا نے اِس رسالے پر حاشیہ لکھ کر حضرت کو پیش کیا جس پر حضرت نے مسرت کا اظہار کیا۔ بعد میں امام احمد رضا نے اس کو ترجمے کے ساتھ مع حاشیہ اَلطُّرَّۃُ الرَّضِیَّۃُ عَلَی النَّیِّرَۃِ الوَضِیَّۃِ کے نام سے شائع کروایا جس میں حج و عمرہ اور زیارت سراپا طہارت کے آداب و مسائل درج ہیں۔

یہ تینوں رسائل فتاویٰ رضویہ جدید کی ۱۰ ویں جلد میں ترجمے کے ساتھ ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ یہاں امام احمد رضا کے رسالے "انوار البشارۃ" سے صرف آدابِ سفر حج کے چند اہم مسائل تحریر کیے جارہے ہیں تاکہ حج پر جانے والے خواتین و حضرات اپنے حج کو حجِ مبرور بنا سکیں۔

امام احمد رضا محدثِ بریلوی علیہ الرحمہ نے یہ رسالہ اپنے ایک محب جناب سید محمد احسن بریلوی کے استفسار پر تحریر فرمایا۔ چناں چہ آپ خود اِس کی وجہِ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہ چند حروفِ ہدایت حجاج کے لیے ہیں۔ ان میں اکثر کتابِ مستطاب "جواہر البیان" شریف تصنیفِ لطیف اقدس حضرت خاتم المحققین سیدنا و مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ الشریف سے التقاط کیے ہیں۔ ۳؍ شوال ۱۳۲۹ھ کو والا جناب حضرت سید محمد احسن صاحب بریلوی نے فقیر احمد رضا قادری غفرلہٗ سے فرمایا کہ ۱۰؍ شوال کو میرا ارادۂ حج ہے۔ بہت لوگ جاتے ہیں، حج کا طریقہ اور آداب لکھ کر چھاپ دیں۔ حضرت سیّد صاحب کے حکم سے بہ کمالِ استعجال یہ چند سطور تحریر ہوئیں۔ امید کہ بہ برکتِ ساداتِ کرام اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مسلمان بھائیوں کو نفع پہنچائے۔ آمین!"

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۰، ص: ۷۲۵ تا ۷۲۶)

امام احمد رضا محدثِ بریلوی نے اس رسالے میں مندرجہ ذیل فصلیں قائم کی ہیں اور ہر فصل کے تحت اس کے مسائل اور آداب سے آگاہی فرمائی ہے۔ ملاحظہ کیجیے فصلوں کے نام:

فصلِ اوّل: آدابِ سفر و مقدماتِ حج میں

اس فصل کے تحت ۴۸ آداب بتائے گئے جو اختصار کے ساتھ یہاں بیان کیے جائیں گے۔

فصل دوم: احرام اور اس کے احکام اور داخلی حرم محترم و مکہ مکرمہ و مسجد الحرام

اس فصل میں ۲۰ آداب بیان کیے گئے ہیں جب کہ ادب نمبر ۹ میں احرام باندھنے کے بعد جن باتوں سے پرہیز کرنا اور بچنا ضروری ہے وہ ۵۳ مسائل بتائے گئے ہیں جب کہ احرام کے اندر مکروہات کا بیان اس فصل کی ۱۰ویں شق میں بیان کیے گئے ہیں جن کی تعداد بھی ۲۰ سے زیادہ بیان کی گئی ہے۔

فصلِ سوم: طواف وسعی و مروہ کا بیان

اس فصل میں ۳۵ آداب بیان کیے گئے ہیں۔

فصلِ چہارم: منیٰ کی روانگی اور عرفہ کا وقوف

اس فصل میں ۲۴ آداب مگر آخر میں ایک تنبیہ "ضروری، ضروری، اشد ضروری" کے عنوان سے باندھی ہے وہ یہاں ملاحظہ کیجیے:

"بد نگاہی ہمیشہ حرام ہے نہ کہ احرام میں، نہ کہ موقف میں، یا مسجد الحرام میں نہ کہ کعبے کے سامنے نہ کہ طواف بیت الحرام میں، یہ تمھارے بہت امتحان کا موقع ہے، عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منھ نہ چھپاؤ اور تمھیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو۔ یقین جانو کہ یہ بڑے عزت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ سب خاص دربار میں حاضر ہو کر بلا تشبیہ شیر کا بچہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اس کی طرف نگاہ اٹھا سکتا ہے تو اللہ واحد قہار کی کنیزیں کہ اس کے خاص دربار میں حاضر ہیں ان پر بد نگاہی کس قدر سخت ہوگی وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ہاں ہاں ہوشیار، ایمان بچاتے ہوئے، قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے، حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے پر پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے۔ الٰہی! خیر کی توفیق دے۔ آمین!

(فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۰، ص ۷۵۰)

فصل پنجم: منیٰ و مزدلفہ و باقی افعالِ حج

اس فصل میں ۵۷ آداب یا شقیں بیان کی گئی ہیں۔ اس میں ایک شق نمبر ۱۱ بڑی اہم ہے اور شاید حجاجِ کرام اس طرف زیادہ توجہ نہیں دیتے مگر اس کے آداب امام احمد رضا سے سنیے جب حجاج کرام مزدلفہ سے صبح منیٰ کی طرف پلٹتے ہیں تو واپسی پر وہ ایک "وادی محسر" سے گزرتے ہیں یہ وادی منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں ایک وادی یا چوڑا نالہ ہے اور یہ نالہ دونوں کی حدود سے خارج۔ مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر ۵۴۵ ہاتھ (تقریباً ۵۴۵ شرعی گز) تک ہے۔ یہاں اصحاب فیل کا پڑاؤ تھا اور ان پر عذاب ابابیل نازل ہوا تھا اس لیے یہاں سے جلد گزر جانے کا حکم ہے چنانچہ امام احمد رضا نے اسے اس فصل کی ۱۱ویں شق میں اس طرح قلم بند کیا:

"جب وادی محسر پہنچو پانچ سو پینتالیس ہاتھ بہت جلدی تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو اور اس عرصے میں یہ دعا پڑھتے جاؤ:

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔

ترجمہ: الٰہی اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے

عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے۔" (فتاویٰ رضویہ جدید، جلد ۱۰، ص ۷۵۱)

فصلِ ششم: جرم اور ان کے کفارے

اس فصل میں ۶۰ مسائل ذکر کیے گئے ہیں جس میں ابتداءً لکھتے ہیں:

اوپر جو طریقے بتادیے ہیں ان پر عمل کرنا انشاء اللہ تعالیٰ جرمانے سے بچنے کے لیے کفیل ہے۔ اور ۶۰ مسائل یا جرم کی نشاندہی اور اس کے کفارے بیان کرنے کے بعد ایک نصیحت ارشاد فرمائی:

"کفارے اس لیے ہیں کہ بھول چوک سے یا سونے میں یا مجبوری سے جرم ہوں تو کفارے سے پاک ہو جائیں نہ اس لیے کہ جان بوجھ کر بلا عذرِ جرم کرو اور کہو کہ کفارہ دے دیں گے، دینا تو جب بھی آئے گا مگر قصداً حکمِ الٰہی کی مخالفت سخت ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ، حق سبحانہ توفیقِ طاعت عطا فرما کر مدینے کی زیارت کرائے۔ آمین!"

(ایضاً ص ۷۶۲)

۷۔ فصل ہفتم: حاضری سرکار اعظم مدینہ طیبہ حضور حبیب اکرم ﷺ اس فصل جس کو آپ نے وصل ہفتم تحریر کیا ہے ۴۰ آداب تحریر فرمائے ہیں چند انتہائی اختصار کے ساتھ نقل کر رہا ہوں ملاحظہ کیجیے:

۱۔ زیارتِ اقدس قریب بہ واجب ہے۔

۲۔ حاضری میں خاص زیارتِ اقدس کی نیت کرو۔

۳۔ راستہ بھر درود شریف کا ورد رکھو۔

۴۔ حاضریِ مسجد سے پہلے تمام ضروریات جن کا لگاؤ دل بٹنے کا باعث ہو نہایت جلد فارغ ہو۔

۵۔ فوراً آستانۂ اقدس کی طرف نہایت خشوع و خضوع سے متوجہ ہوں رونا نہ آئے تو رونے کا منہ بناؤ۔

۶۔ جب درِ مسجدِ نبوی پر حاضر ہو صلوٰۃ و سلام عرض کر کے تھوڑا ٹھہر و جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو۔

۷۔ دل سب خیالِ غیر سے پاک کرو، مسجد اقدس کے نقش و نگار نہ دیکھو۔

۸۔ اگر کوئی ایسا سامنے آجائے جس سے سلام کلام ضرور ہو تو جہاں تک بنے کترا جاؤ ورنہ ضرورت سے زیادہ نہ بڑھو پھر بھی دل سرکار ہی کی طرف ہو۔

۹۔ یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے۔ مواہب لدنیہ سے ایک قول نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات اور وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلاً پوشیدگی نہیں۔"

۱۰۔ دو رکعت تحیۃ المسجد و شکرانۂ حاضری دربارِ اقدس میں محراب کے قریب ادا کرو۔

۱۱۔ اب کمالِ ادب میں ڈوبے ہوئے، گردن جھکائے، آنکھیں نیچے کیے، لرزتے، کانپتے گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے ہوئے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو و کرم کی امید رکھتے حضور والا کی پائین یعنی مشرق کی طرف سے مواجہِ عالیہ میں حاضر ہو کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ انور میں رُو

بہ قبلہ جلوہ فرما ہیں اس سمت سے حاضر ہو کہ حضور کی نگاہِ بیکس پناہ تمھاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لیے دونوں جہاں میں کافی ہے۔ والحمدللہ۔

۱۲۔ مواجہ کریم کے سامنے کم از کم ۴ ہاتھ کے فاصلے سے قبلہ کو پیٹھ اور مزار انور کو منھ کرکے نماز کی طرح ہاتھ باندھے کھڑے ہو اور عرض کرو:

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته،

السلام علیك یا رسول الله

السلام علیك یا خیر خلق الله

السلام علیك یا شفیع المذنبین

السلام علیك وعلیٰ الك واصحابك وامتك اجمعین۔ (ایضاً جلد ۱۰ ص ۷۶۳۔۷۶۹)

قارئین کرام اب تفصیل سے فصلِ اول کے آدابِ سفرِ حج ملاحظہ کیجیے:

۱۔ جس کا قرض آتا ہو یا امانت پاس ہو، ادا کردے، جن کے مال ناحق لیے ہوں واپس دے یا معاف کرائے، پتا نہ چلے تو اتنا مال فقیروں کو دے دے۔

۲۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ، جتنی عبادتیں ذمّے پر ہوں، ادا کرے اور تائب ہو۔

۳۔ جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے جیسے ماں، باپ، شوہر، اُسے رضامند کرے۔ جس کا اس پر قرض آتا ہے، اُس وقت نہ دے سکے تو اس سے بھی اجازت لے۔ پھر بھی حج کسی کی اجازت نہ دینے سے رُک نہیں سکتا۔ اجازت میں کوشش کرے، نہ ملے جب بھی چلا جائے۔

۴۔ اس سفر سے مقصود صرف اللہ و رسول ہوں۔

۵۔ عورت کے ساتھ جب تک شوہر یا محرم بالغ قابلِ اطمینان نہ ہو جس سے نکاح ہمیشہ کو حرام ہے، سفر حرام ہے۔ اگر کرے گی، حج ہو جائے گا مگر ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔

۶۔ توشہ مالِ حلال سے ہو ورنہ قبولِ حج کی اُمید نہیں، اگرچہ فرض اُتر جائے گا۔

۷۔ حاجت سے زیادہ توشہ لے کر رفیقوں کی مدد اور فقیروں پر تصدق کرتا چلے، یہ حجِ مبرور کی نشانی ہے۔

۸۔ عام کُتبِ فقہ بہ قدرِ کفایت ساتھ لے ورنہ کسی عالم کے ساتھ جائے، یہ بھی نہ ملے تو کم از کم یہ رسالہ ہمراہ ہو۔

۹۔ آئینہ، سُرمہ، کنگھا، مسواک ساتھ رکھے کہ سنّت ہو۔

۱۰۔ اکیلا سفر نہ کرے کہ منع ہے۔ رفیق دین دار ہو کہ بد دین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر ہے۔

۱۱۔ حدیث میں ہے: جب تین آدمی سفر کو جائیں، اپنے میں ایک کو سردار بنالیں۔ اس میں کاموں کا انتظام رہتا ہے، سردار اسے بنائیں جو خوش خلق، عاقل، دین دار ہو۔ سردار کو چاہیے رفیقوں کے آرام کو اپنی آسائش پر مقدم رکھے۔

۱۲۔ چلتے وقت اپنے دوستوں عزیزوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے، اور ان پر لازم ہے کہ دل سے معاف کردیں۔ حدیث میں ہے کہ جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت لائے، واجب ہے کہ قبول کرلے ورنہ حوضِ کوثر پر آنا نہ ملے گا۔

۱۳۔ وقتِ رُخصت سب سے دُعا لے کہ برکت پائے گا۔

۱۴۔ ان سب کے دین، جان، اولاد، مال، تندرستی، عافیت خدا کو سونپے۔

۱۵۔ لباسِ سفر پہن کر گھر میں چار رکعت نفل، الحمد و قل سے پڑھ کر باہر نکلے، وہ رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل ومال کی نگہبانی کریں گی۔

۱۶۔ جدھر سفر کو جائے جمعرات یا ہفتے یا پیر کا دن ہو اور صبح کا وقت مبارک ہے، اور اہلِ جمعہ کو روزِ جمعہ قبلِ جمعہ سفر اچھا نہیں۔

۱۷۔ دروازے سے باہر نکلتے ہی کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ وَاٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ اَوْ نَضِلَّ وَنُضَلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا اَحَدٌ

(اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے، اور میں نے اللہ پر بھروسہ کیا، اور نہ گناہوں سے پھرنا نہ طاعت کی طاقت مگر اللہ کی توفیق سے، الٰہی! ہم تیری پناہ چاہتے ہیں اس سے کہ خود لغزش کریں یا دوسرا ہمیں لغزش دے یا خود بہکیں یا دوسرا بہکائے یا ظلم کریں یا ہم پر ظلم ہو یا جہل کریں یا ہم پر کوئی جہل کرے)۔

اور درود شریف کی کثرت کرے۔

۱۸۔ سب سے رخصت کے بعد اپنی مسجد سے رخصت ہو، وقتِ کراہت نہ ہو تو اس میں دو رکعت نفل پڑھے۔

۱۹۔ چلتے وقت کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ وَعْثَآءِ* السَّفَرِ وَکَآبَۃِ الْمُنْقَلَبِ وَسُوْءِ الْمَنْظَرِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ

(الٰہی ہم تیری پناہ مانگتے ہیں سفر کی مشقت اور واپسی کی بدحالی اور مال یا اہل یا اولاد میں کوئی بری حالت نظر آنے سے)

واپسی تک مال اور اہل و عیال محفوظ رہیں گے۔

۲۰۔ اُسی وقت تَبَّتْ کے سوا قُلْ یا سے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تک پانچ سورتیں سب مع بسم اللہ پڑھے، پھر آخر میں ایک بار بسم اللہ شریف پڑھ لے، راستے بھر آرام رہے گا۔

۲۱۔ نیز اس وقت اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ (سورۃ القصص، آیت:۸۵) ایک بار پھر پڑھ لے، بالخیر واپس آئے گا۔

۲۲۔ ریل وغیرہ جس پر سوار ہو، بِسْمِ اللّٰہِ کہے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ تین تین بار، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک بار، پھر کہے:

سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَاکُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (سورۃ الزخرف: ۱۳ تا ۱۴)

اس کے شر سے بچے۔

۲۳۔ ہر بلندی پر چڑھتے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور ڈھال میں اُترتے سُبْحَانَ اللّٰہِ۔

۲۴۔ جس منزل میں اُترے اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (میں اللہ کی کامل باتوں کی پناہ مانگتا ہوں اس کی سب مخلوق کے شر سے) کہے ہر نقصان سے بچے گا۔

۲۵۔ جب وہ بستی نظر پڑے جس میں ٹھہرنا یا جانا چاہتا ہے کہے:

---

* فتاویٰ رضویہ اور رضا اکیڈمی، ممبئی کے نسخوں میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے "وَعْشَآءِ" ش سے لکھا تھا۔ صحیح "وَعْثَآءِ" ث سے ہے۔ ندیم احمد ندیمؔ قادری نورانی غفرلہٗ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَخَیْرَ اَھْلِھَا وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الْقَرْیَۃِ وَشَرِّ اَھْلِھَا* وَ شَرِّ مَا فِیْھَا (الٰہی ہم تجھ سے مانگتے ہیں اس بستی کی بھلائی اور اس بستی والوں کی بھلائی اور اس بستی میں جو کچھ ہے اس کی بھلائی اور تیری پناہ مانگتے ہیں اس بستی کی برائی سے اور اس بستی میں رہنے والوں کی برائی سے اور اس میں جو کچھ ہے اس کی برائی سے)۔ ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔

۲۶۔ جس شہر میں جائے وہاں کے سنی عالموں اور باشرع فقیروں کے پاس ادب سے حاضر ہو، مزارات کی زیارت کرے، فضول سیر تماشے میں وقت نہ کھودے۔

۲۷۔ جس عالم کی خدمت میں جائے وہ مکان میں ہو تو آواز نہ دے، باہر آنے کا انتظار کرے، اس کے حضور بے ضرورت کلام نہ کرے، بے اجازت لیے مسئلہ نہ پوچھے، اس کی کوئی بات اپنی نظر میں خلافِ شرع ہو تو اعتراض نہ کرے اور دل میں نیک گمان رکھے، مگر یہ سُنّی عالم کے لیے ہے، بدمذہب کے سامنے سے بھاگے۔

۲۸۔ ذکرِ خدا سے دل بہلائے کہ فرشتہ ساتھ رہے گا نہ کہ شعر ولغویات سے کہ شیطان ساتھ ہوگا، رات کو زیادہ چلے کہ سفر جلد طے ہوتا ہے۔

۲۹۔ منزل میں راستے سے بچ کر اُترے کہ وہاں سانپ وغیرہ مُوذیوں کا گزر ہوتا ہے۔

* گزشتہ نسخوں میں ''وَشَرِّ اَھْلِھَا'' کا ترجمہ کتابت سے رہ گیا تھا۔ فقیر نے اس جگہ اس کا ترجمہ ''اور بستی میں رہنے والوں کی برائی سے'' کر دیا ہے۔ ندیم احمد ندیم قادری نورانی غفرلہٗ۔

۳۰۔ راستے پر پیشاب وغیرہ باعثِ لعنت ہے۔

۳۱۔ منزل میں متفرق ہو کر نہ اُتریں ایک جگہ رہیں۔

۳۲۔ ہر سفر خصوصاً سفرِ حج میں اپنے اور اپنے عزیزوں، دوستوں کے لیے دُعا سے غافل نہ رہے کہ مسافر کی دُعا قبول ہوتی ہے۔

۳۳۔ جب دریا میں سوار ہو کہے:

بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرِیْھَا وَمُرْسٰھَا ط اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ○

ڈوبنے سے محفوظ رہے گا۔

جب کسی مشکل میں مدد کی حاجت ہو تین بار کہے:

یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ غیب سے مدد ہوگی، یہ حکم حدیث ہے۔

۳۴۔ یَا صَمَدُ ۱۳۴ بار روزانہ پڑھے بھوک پیاس سے بچے گا۔

۳۵۔ اگر دشمن یا رہزن کا ڈر ہو لِاِیْلٰف پڑھے، ہر بلا سے امان رہے۔

۳۶۔ سوتے وقت آیۃ الکرسی ایک بار ہمیشہ پڑھے کہ چور اور شیطان سے امان رہے۔

۳۷۔ اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو کہے:

یَا جَامِعَ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّارَیْبَ فِیْہِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ہ اِجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ ضَالَّتِیْ

(اے یقینی دن کے لیے سب لوگوں کو جمع فرمانے والے! بے شک اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔ مجھے میری گمی چیز ملا دے۔)

ان شاء اللہ تعالیٰ مل جائے گی۔

۳۸۔ کرایے کے اُونٹ وغیرہ پر جو کچھ بار کرنا ہو اس کے مالک کو دکھائے اور اس سے زیادہ بغیر اس کی اجازت کے نہ رکھے۔

۳۹۔ جانور کے ساتھ نرمی کرے، طاقت سے زیادہ کام نہ لے، بے سبب نہ مارے، نہ کبھی پونچھ* پر مارے، حتی المقدور اس پر نہ سوئے کہ سونے کا بوجھ زیادہ ہوتا ہے، کسی سے بات وغیرہ کرنے کو کچھ دیر ٹھہرنا ہو تو اُتر لے اگر ممکن ہو۔

۴۰۔ صبح و شام اُتر کر کچھ دیر پیادہ چل لینے میں دینی دُنیوی بہت فائدے ہیں۔

۴۱۔ بدّوؤں اور سب عربوں سے بہت نرمی کے ساتھ پیش آئے، اگر وہ سختی کریں ادب سے تحمل کرے، اس پر شفاعت نصیب ہونے کا وعدہ فرمایا ہے، خصوصاً اہلِ حرمین خصوصاً اہلِ مدینہ، اہلِ عرب کے افعال پر اعتراض نہ کرے، نہ دل میں کدورت لائے، اس میں دونوں جہان کی سعادت ہے۔

۴۲۔ جمّال یعنی اونٹ والوں کو یہاں کے سے کرایے والے نہ سمجھے بلکہ اپنا مخدوم جانے اور کھانے پینے میں اُن سے بخل نہ کرے کہ وہ ایسوں سے ناراض ہوتے ہیں اور تھوڑی بات میں بہت خوش ہو جاتے ہیں اور امید سے زیادہ کام آتے ہیں۔

۴۳۔ سفر مدینۂ طیبہ میں قافلہ نہ ٹھہرنے کے باعث مجبوری ظہر و عصر ملا کر پڑھنی ہوتی ہے اس کے لیے لازم ہے کہ ظہر کے فرضوں سے فارغ ہونے سے پہلے ارادہ کر لے کہ اسی وقت عصر پڑھوں گا، اور فرضِ ظہر کے بعد فوراً عصر کی نماز پڑھے یہاں تک کہ بیچ میں ظہر کی سنتیں بھی نہ ہوں، اسی طرح مغرب کے ساتھ عشا بھی انہی شرطوں سے جائز ہے اور اگر ایسا موقع ہوا کہ عصر کے وقت ظہر یا عشا کے وقت مغرب پڑھنی ہو تو صرف اتنی شرط ہے کہ ظہر و مغرب کے وقت نکلنے سے پہلے ارادہ کر لے کہ ان کو عصر و عشا کے ساتھ پڑھوں گا۔

۴۴۔ واپسی میں بھی وہی طریقہ ملحوظ رکھے جو یہاں تک بیان ہوا۔

۴۵۔ مکان پر اپنے آنے کی تاریخ و وقت کی اطلاع پہلے سے دے دے، بے اطلاع ہرگز نہ جائے خصوصاً رات میں۔

۴۶۔ سب سے پہلے اپنی مسجد سے دو رکعت نفل کے ساتھ ملے۔

۴۷۔ دو رکعت گھر میں آکر پڑھے پھر سب سے بہ کشادہ پیشانی ملے۔

۴۸۔ دوستوں کے لیے کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور لائے اور حاجی کا تحفہ تبرکاتِ حرمین شریفین سے زیادہ کیا ہے اور دُوسرا تحفہ دُعا کہ مکان میں پہنچنے سے پہلے استقبال کرنے والوں اور سب مسلمانوں کے لیے کرے کہ قبول ہے۔

---

* فتاویٰ رضویہ جدید، جلد:۱۰، ص:۷۳۰ پر اس جگہ لفظ ''پونچھ'' ہی ہے لیکن رضا اکیڈمی، ممبئی کے نسخے میں اس مقام پر ''پونچھ'' کی جگہ لفظ ''منھ'' ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ندیم احمد ندیم قادری نورانی غفرلہٗ

وِشَاحُ الْجِیْدِ فِیْ تَحْلِیْلِ مُعَانَقَۃِ الْعِیْدِ

(نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)

گذشتہ سے پیوستہ

اس کے معارضے میں جو فتویٰ مولوی عبدالحی صاحب کا پیش کیا گیا، اس کی عبارت یہ ہے:

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ بعد خطبۂ عیدین کے جو مصافحہ و معانقہ لوگوں میں مروّج ہے، وہ مسنون ہے یا بدعت؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

ھُوَ الْمُصَوِّبُ (وہی درستی تک پہنچانے والا ہے۔ت) بعد عید مصافحہ و معانقہ مسنون نہیں، اور علما اس باب میں مختلف ہیں، بعض بدعت مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعتِ مکروہہ۔ علیٰ کل تقدیر ترک[1] اس کا اولیٰ[2] ہے۔ الخ

ابوالحسنات محمد عبدالحی

۱۔ اس کے بعد فتویٔ مذکور میں چار عبارتیں نقل کیں:

(۱) عبارتِ اذکار کہ اس مصافحے میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عبارتِ درمختار کہ یہ بدعتِ مباحہ بل کہ حسنہ ہے۔ کما ھو موجود فی الدر وان اقتصر المجیب فی النقل (یہ درمختار میں موجود ہے اگرچہ مجیب نے صرف نام پر کفایت کی ہے۔ت)

(۳) عبارتِ ردالمحتار کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہمیشہ بعدِ نماز کیے جاؤ تو جاہل سنّت سمجھ لیں گے۔ اور ابنِ حجر شافعی نے اسے مکروہ کہا ہے۔

(۴) عبارتِ مدخل ابن حاج مالکی المذہب کہ غیبت کے بعد ابن عُیَینہ نے جائز رکھا، اور عید میں ان لوگوں سے جو اپنے ساتھ حاضر ہیں، نہیں ☆۔ اور مصافحہ بعدِ عید مجھے معروف نہیں مگر عبد اللہ بن نعمان فرماتے ہیں، میں نے مدینۂ خاص میں جب کہ وہاں علمائے صالحین بہ کثرت موجود تھے، دیکھا کہ وہ نمازِ عید سے فارغ ہو کر آپس میں مصافحہ کرتے، تو اگر سلف سے نقل مساعد ہو تو کیا کہنا ورنہ ترکِ اولیٰ ہے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

☆ یعنی عید میں ان لوگوں سے معانقہ جائز نہیں، جو اپنے ساتھ حاضر ہیں۔ (مترجم)

2۔ مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کے اس فتوے کا حاصل یہ ہے کہ بعد عید مصافحہ و معانقہ حدیث سے ثابت نہیں۔ رہے علما و فقہا تو ان میں اختلاف ہے۔ کچھ بدعتِ مباحہ کہتے ہیں، کچھ بدعتِ مکروہہ۔ بہر تقدیر اسے نہ کرنا بہتر ہے ("نہ کرنا بہتر ہے" سے اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ کر لیا تو جائز ہے)۔ مولانا فرنگی محلی کا یہی فتویٰ (جو اُن کے مجموعۂ فتاویٰ، طبع اول کی ج:۱، ص:۵۲۸ پر ہے) بریلی کے اُن عالم نے بھیجا جن سے اعلیٰ حضرت اپنے جواب میں خطاب کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے اس مجموعۂ فتاویٰ کے حاشیے پر معانقۂ عید کی ممانعت کے ثبوت میں وہ عبارتیں بھی لکھ دیں جنہیں کتاب "وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید" میں اعلیٰ حضرت نے بعینہٖ نقل فرمایا اور التماس چہارم سے اُن پر بحث کی۔ (مترجم)

عبارات کہ حاشیے پر لکھ کر پیش کی گئیں، بحرُوفہٖ یہ ہیں:

اذا تردد الحکم بین سنۃ و بدعۃ کان ترک السنۃ راجحًا علی فعل البدعۃ ۱۲ ردالمحتار[3]

جب حکم سنت وبدعت کے درمیان مُتَرَدِّد ہو تو ارتکابِ بدعت پر ترکِ سنّت کو ترجیح دی جائے گی۔[4]

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد اداء الصلٰوۃ بکل حال لان الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ما صافحوا بعد اداء الصلٰوۃ و لانھا من سنن الروافض اھ ثم نُقِل عن ابن حجر من الشافعیۃ انھا بدعۃ مکروھۃ لا اصل لھا فی الشرع وانہ ینبہ فاعلھا اولًا و یعزر ثانیا ثم قال و قال ابن الحاج من المالکیۃ فی المدخل انھا من البدع و موضع المصافحۃ فی الشرع انما ھو عند لقاء المسلم لاخیہ لا فی ادبار الصلوات فحیث وضعھا الشرع یضعھا فینھی عن ذلک و یزجر فاعلہ لما اتی بہ من خلاف السنۃ اھ ردالمحتار **قولہ**[5] لا یخرج الخ ولا یخفی انّ فی کلام الامام نوع تناقض لانّ اتیان السنۃ فی بعض الاوقات لا یسمّی بدعۃ مع انّ عمل الناس فی الوقتین المذکورین لیس علی وجہ الاستحباب المشروع، لان محل المصافحۃ المذکورۃ اوّل

3۔ یعنی جب معاملہ ایسا ہو کہ کرے تو کسی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے، نہ کرے تو کوئی سنّت چھوٹتی ہے، ایسی صورت میں یہی حکم ہے کہ نہ کرے کہ اُس سے سنّت اگرچہ چھوٹ جائے گی مگر بدعت کا مرتکب تو نہ ہوگا۔ معانقۂ عید کا بھی یہی حال ہے۔ لہٰذا اس سے بھی ممانعت کا حکم دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے التماسِ نہم میں اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہاں بدعت سے مراد بُری بدعت ہے اور معانقۂ عید ایسا ہرگز نہیں، بل کہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے سنّت اور خصوصیتِ بعد عید کے لحاظ سے مباح، اور قصدِ حَسن کے ساتھ ہو تو مستحسن ہے، لہٰذا آپ کی عبارتِ مذکورہ معانقۂ عید پر منطبق (فِٹ) ہو ہی نہیں سکتی۔ (مترجم)

4۔ ردالمحتار، مطلب اذا تردد الحکم، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱/ ۶۸۲۔

5۔ کتبہ المعترض حاشیۃ علی ما نُقِل فی الفتاوی اللکنویۃ فی عبارۃ الاذکار للامام النووی رحمہ اللہ تعالٰی من قولہ لا باس بہ فان اصل المصافحۃ سنۃ وکونھم حافظوا علیھا فی بعض الاحوال وفرطوا فی کثیر من الاحوال او اکثرھا لا یخرج ذلک البعض عن کونہ من المصافحۃ التی ورد الشرع باصلھا، اھ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

فتاویٰ مولوی عبد الحی لکھنوی میں امام نووی کی کتاب اذکار سے منقولہ عبارت پر بریلی کے معترض مولوی صاحب نے یہ حاشیہ لکھا ہے۔ امام نووی کی عبارت یہ ہے: "اس مصافحے میں کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ اصل مصافحہ سنّت ہے، اور اکثر حالات میں لوگ مصافحے کے اندر کوتاہی کرنے کے ساتھ صرف بعض حالات میں اگر مصافحے کی پابندی کرتے ہیں تو اُس سے یہ بعض حالات والا مصافحہ (مثلاً مصافحۂ بعدِ نماز) اس مصافحۂ جائزہ کے دائرے سے خارج نہ ہوگا جس کی اصلیت شرع سے ثابت ہے۔" (ت)

الملاقاۃ وقد یکون جماعۃ یتلاقون من غیر مصافحۃ و یتصاحبون بالکلام وبمذاکرۃ العلم وغیرہ مدّۃ مدیدۃ ثم اذا صلوا یتصافحون فاین ھذا من السنّۃ المشروعۃ و بھذا صرح بعض العلماء بانھا مکروھۃ وح[1] انھا من البدع المذمومۃ ۱۲کذا فی المرقاۃ

رد المحتار میں ہے کہ تبیین المحارم میں ملتقط سے منقول ہے کہ ادائے نماز کے بعد مصافحہ بہ ہر حال مکروہ ہے۔ (۱) اس لیے کہ صحابہ نے بعدِ نماز مصافحہ نہیں کیا، (۲) اس لیے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اھ۔ پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ مصافحہ بدعتِ مکروہہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، اس کے مرتکب کو اوّلاً متنبہ کیا جائے گا، نہ مانے تو سرزنش کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ ابن الحاج مالکی مدخل میں لکھتے ہیں کہ یہ مصافحہ بدعت ہے۔ (۳) اور شریعت میں مصافحے کا محل مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کا وقت ہے، نمازوں کے بعد کے اوقات مصافحے کا شرعی محل نہیں، شریعت نے جو محل مقرر کیا ہے، اسے وہیں رکھے تو نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے والے کو روکا اور زجر کیا جائے گا اس لیے کہ وہ خلافِ سنت فعل کا مرتکب ہے اھ رد المحتار (حاشیۂ ذیل میں مندرج امام نووی کی عبارتِ اذکار پر اعتراض کرتے ہوئے مولوی صاحبِ مذکور نے حاشیہ لکھا ہے) ظاہر ہے کہ امام نووی کے کلام میں ایک طرح کا تعارض ہے۔ اس لیے کہ اگر لوگ بعض اوقات ''سنت کے مطابق'' مصافحہ کرتے ہیں تو اسے بدعت نہیں کہا جائے گا۔ لیکن فجر و عصر کے بعد مصافحے کا عمل استحباب مشروع کے طور پر نہیں ہے، اس لیے کہ جائز و مشروع مصافحہ کا محل بس اوّلِ ملاقات ہے اور یہاں توبسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ملاقات بلا مصافحہ کرتے ہیں اور دیر تک گفتگو و علمی بحث وغیرہ میں ایک ساتھ رہتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں، یہ سنّتِ مشروعہ کہاں! اِسی لیے تو بعض علمانے صراحۃً فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کا شمار مذموم بدعتوں میں ہے۔ یہی عبارت مرقاۃ میں ہے۔ (ت)

عیدِ ثانی میں

تحریرِ جواب و تقریرِ صواب و ازالۂ اوہام و کشفِ حجاب۔ یعنی اُس تحریر کی نقل جو بہ رسم جواب مولوی معترض کے پاس سے مرسل ہوئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب مولانا! دام مجدکم، بعد ماھو المسنون ملتمس، فتوائے فقیر دربارۂ معانقہ کے جواب میں مجموعہ فتاوائے مولوی عبد الحی لکھنوی جناب نے ارسال فرمایا اور اس کی جلد اول صفحہ ۵۲۸ طبع اول میں جو فتوائے معانقہ مندرج ہے، پیش

---

[1]۔ ھکذا بخطہ ولیست بھذہ الحاء فی عبارۃ المرقاۃ ولا لھا محل فی العبارۃ کما لایخفی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (م)
مولوی صاحب موصوف کی تحریر میں اسی طرح یہ ''ح'' بنی ہوئی ہے مگر یہ عبارت مرقاۃ میں نہیں ہے، عبارت میں اس کا موقع بھی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

کیا اور اس کے حاشیے پر تائید اً کچھ عبارتِ ردّ المحتار و مرقاۃ بھی تحریر فرمادی، سائل مظہر کہ جب جناب سے یہ گزارش ہوئی کہ آیا یہ مجموعہ آپ کے نزدیک مُستَنَد ہے تو فرمایا: "ہمارے نزدیک مستند نہ ہوتا تو ہم پیش کیوں کرتے۔" اور واقعی یہ فرمانا ظاہر و بجا ہے۔ فقیر کو اگرچہ ایسے مُعارَضے کا جواب دینا ضرور نہ تھا مگر حسبِ اِصرارِ سائل، محض بغرضِ اِحقاقِ حق و اِزہاقِ باطل چند التماس ہیں۔ معاذ اللہ! کسی دوسری وجہ پر حمل نہ فرمایئے، فقیر ہر مُسِن مسلمان کو مستحقِ ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہلِ علم و سادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بہ مقتضائے بزرگیِ حسب و نسب و عمر و علم ان گزارشوں کو بہ نظرِ غور و تحقیقِ حق استماع فرمائیں، اگر حق واضح ہو تو قبول، مرجوع و مامول کہ علما کے لیے رجوع الی الحق عار نہیں بل کہ معاذ اللہ اِصرار علی الباطل۔ قال تعالیٰ:

فَبَشِّرۡ عِبَادَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقَوۡلَ فَيَتَّبِعُوۡنَ اَحۡسَنَه[7]۔[8]

توخوشی سناؤ اُن بندوں کو جو کان لگا کر بات سُنیں اور پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

التماسِ اوّل: اس مجموعۂ فتاویٰ سے استناد الزاماً ہے یا تحقیقاً؟ علی الاوّل فقیر نے کب کہا تھا کہ کسی مُعاصر کی تحریر مجھ پر حجت ہے، علی الثانی پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب خادمانِ علم پر احتجاجاً پیش کرنے کے قابل ہے۔[9]

دوم: شاید جناب نے اس مجموعے کو اِستیعاباً ملاحظہ نہ فرمایا۔ اس میں بہت جگہ وہ مسائل و کلمات ہیں جو آج کل کے فرقۂ مانعین کے بالکل مخالف و قالعِ اصل مذہب ہیں۔ تمثیلاً ان میں سے چند کا نشان دوں:

7۔ القرآن ۳۹/ ۱۸۔

8۔ حاصل یہ ہے کہ ہم نے معانقۂ عید کا جواز احادیثِ کریمہ سے ثابت کیا، مستند فقہی عبارتیں پیش کیں، ان احادیث اور نصوص سے مدلل فتوے کے جواب میں آپ مولوی عبد الحی صاحب کا فتویٰ مستند بنا کر پیش کر رہے ہیں، ایسی مخالف دلیل کا جواب تو کوئی ضروری نہ تھا مگر سائل کے اصرار پر حق کو حق دِکھانے اور باطل و ناحق کو مِٹانے کی خاطر آپ کی خدمت میں چند التماس ہیں، ان التماسوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ بہ نگاہِ غور دیکھیں، اگر حق واضح ہو تو آپ سے اُسے قبول کر لینے کی اُمید ہے اس لیے کہ حق کی طرف رجوع اور اسے قبول کر لینا علما کے لیے عار نہیں بل کہ معاذ اللہ باطل و ناحق بات پر اَڑے رہنا شانِ علما کے خلاف ہے۔ (ت)

9۔ **توضیح:** آپ نے میرے فتوے کے جواب میں مولوی عبد الحی صاحب کا مجموعۂ فتاویٰ مستند بنا کر پیش کیا ہے۔ اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) یا تو مجھے الزام دینا مقصود ہے کہ دیکھیے، آپ کی مستند اور مانی ہوئی کتاب میں آپ کے خلاف ہے، مگر میں نے کب کہا کہ اس زمانے کے کسی عالم کی تحریر مجھ پر حجت ہے۔

(۲) یا یہ کہ آپ نے خود تحقیقی طور پر اُسے سب کے لیے معتمد اور مستند جان کر پیش کیا ہے، تو آپ کو پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب قابلِ استدلال اور علما پر حجت و سند بنا کر پیش کرنے کے لائق ہے، اور جب یہ دونوں صورتیں صحیح نہیں تو اس مجموعۂ فتاویٰ کو یہاں پیش کرنا ہی بے محل ہے۔ (مترجم)

جلد اول، صفحہ ۵۳۱ پر لکھتے ہیں:

"کتبِ فقہیہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ از منۂ سابقہ میں اُن کا وجود نہ تھا مگر بہ سببِ اَغراضِ صالحہ کے حکم اُس کے جواز کا دیا گیا۔"[10]

صفحہ ۲۹۴ پر ہے:

"الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت و رُخصت کے ادا کرنا فی نفسہٖ امر مباح ہے بل کہ اگر یہ کلمات باعثِ ندامت و توبۂ سامعان ہوئے تو اُمیدِ ثواب ہے۔ مگر اس طریقے کا ثبوت قرونِ ثلٰثہ میں نہیں[11] الخ۔"

جلد دوم، صفحہ ۱۷۰ میں ہے:

"کسے کہ می گوید کہ وجودیہ و شہودیہ از اہلِ بدعت اند قولش قابلِ اعتبار نیست و منشاءِ قولش جہل و ناواقفیت است از احوالِ اولیاء و از معنٰی توحیدِ وجودی و شہودی و شاعرے کہ ذمِ ہر دو فرقہ ساختہ قابلِ ملامت ست۔"[12]

جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہلِ بدعت سے ہیں، اس کا قول قابلِ اعتبار نہیں اور اس کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اولیا کے احوال اور توحیدِ وجودی و شہودی کے معنی سے جاہل و بے خبر ہے اور جس شاعر نے دونوں فرقوں (وجودیہ و شہودیہ) کی مذمت کی ہے، وہ قابلِ ملامت ہے۔ (ت)

صفحہ ۴۲۱ پر ہے:

"شغلِ برزخ اس طور پر کہ حضراتِ صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت، ہاں افراط و تفریط اس میں منجر ضلالت کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوباتِ مجددِ الف ثانی میں جابجا موجود ہے[13]۔"[14]

جلد سوم، صفحہ ۸۵ میں ہے:

سوال: وقتِ ختمِ قرآن در تراویح سہ بار سورۂ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ؟

جواب: مستحسن ست۔[15]

10۔ مجموعۂ فتاوٰی عبدالحی۔

11۔ مجموعۂ فتاوٰی عبدالحی، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۲/ ۲۴۔۲۵۔

12۔ مجموعۂ فتاوٰی عبدالحی، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۲/ ۵۸۔

13۔ ارواح سے توجہ طلبی، تصورِ شیخ، شغلِ برزخ وغیرہ سے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ایک مدلل رسالہ ہے: **الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ** (۱۳۰۹ھ) جس میں نصوصِ علما اور مستندین مانعین کی عبارتوں سے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے، قابلِ مطالعہ ہے۔ (مترجم)

14۔ مجموعۂ فتاوٰی عبدالحی۔

15۔ مجموعۂ فتاوٰی عبدالحی، باب التراویح، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳/ ۵۷۔

سوال: تراویح میں ختمِ قرآن کے وقت تین بار سورۂ اخلاص پڑھتے ہیں، یہ مستحسن ہے یا نہیں؟ (ت)

جواب: مستحسن ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۲۷ پر ہے:

سوال: بسم اللہ نوشتن بر پیشانیِ میت از انگشت درست یا نہ؟

جواب: درست ست۔[16]

سوال: انگلی سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۵۲ پر ہے:

در مجالسِ مولد شریف کہ از سورۂ والضحیٰ تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورۃ تکبیر می گویند راقم شریک مجالس متبرکہ بودہ ایں امر را مشاہدہ کردم ہم در مکۂ معظمہ و ہم در مدینۂ منورہ و ہم در جدہ۔[17]

میلاد شریف کی محفلوں میں سورہ والضحیٰ سے آخر قرآن تک پڑھتے ہیں، ہر سورۃ ختم کرنے کے بعد تکبیر کہتے ہیں۔ راقم نے ان متبرک محفلوں میں شریک ہو کر اس امر کا مشاہدہ کیا ہے، مکّہ معظمہ میں بھی، مدینۂ منورہ میں بھی اور جدہ میں بھی۔ (ت)

طرفہ تر یہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:

سوال: پارچہ جھنڈا سالار مسعود غازی در مصرف خود آرد یا تصدق نماید؟

جواب: ظاہر اُدر استعمال پارچہ مذکورہ بصرف خود وجہے کہ موجب بزہ کاری باشد نیست و اولیٰ آنست کہ بمساکین و فقرا دہد۔[18]

سوال: سیّد سالار مسعود غازی کے جھنڈے کا کپڑا اپنے مصرف میں لائے یا صدقہ کر دے؟

جواب: مذکورہ کپڑا اپنے مصرف میں لانے میں بہ ظاہر گناہ کی کوئی وجہ نہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ مساکین و فقرا کو دے دے۔ (ت)

جناب سے سوال ہے کہ مولوی صاحب کے یہ اقوال کیسے؟ اور ان کے قائل و معتقد کا حکم کیا ہے؟ خصوصًا شغل برزخ کو جائز جاننے والا معاذ اللہ مشرک یا گمراہ ہے یا نہیں؟ اور جس کتاب میں ایسے اقوال مندرج ہوں مستند و معتمد ٹھہرے گی، یا پایۂ احتجاج سے ساقط ہو گی؟ **بینوا توجروا۔**

16۔ مجموعۂ فتاویٰ عبد الحی، باب ما یتعلق بالموتی، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۱/ ۱۲۳۔

17۔ مجموعۂ فتاویٰ عبد الحی، باب القرآۃ فی الصلوٰۃ، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳/ ۵۲۔

18۔ مجموعہ فتاویٰ، باب ما یحل استعمالہ وما لا یحل، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۳/ ۱۱۶۔

سوم: مولوی صاحب نے اس فتوے میں معانقۂ عید کی نسبت صرف اتنا حکم دیا کہ "ترک اس کا اولیٰ ہے"، اس سے ممانعت درکنار، اصلاً کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی۔ "اَوْلَوِیَّتِ ترک نہ مشروعیت و اباحت کے منافی نہ کراہت کو مستلزم۔[19]" ردّالمحتار میں ہے:

الاقتصار علی الفاتحۃ مسنون لاواجبٌ فکان الضم خلاف الاولیٰ وذلک لاینافی المشروعیۃ والاباحۃ بمعنی عدم الاثم فی الفعل والترک۔[20]

نمازِ فرض کی تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پر اکتفا کرنا صرف مسنون ہے، واجب نہیں۔ تو ان رکعتوں میں سورۃ ملانا خلافِ اولیٰ ہوگا اور یہ اس کے جائز و مباح ہونے کے منافی نہیں۔ اباحت بایں معنیٰ کہ کرنے نہ کرنے دونوں میں کوئی گناہ نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

صَرَّحَ فی البحر فی صلوٰۃِ العید عند مسئلۃ الاکل بانہ لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراھۃ "اذلا بُدَّلھا من دلیل خاص" اھ واشار الیٰ ذلک فی التحریر الاصولی بان "خلاف الاولی مالیس فیہ صیغۃ نھی کترک صلوٰۃ الضحیٰ بخلاف المکروہ تنزیھا۔[21]

بحرالرائق میں جہاں یہ مسئلہ ہے کہ نمازِ عید سے پہلے کچھ کھالینا مستحب ہے وہیں ہے کہ اس مستحب کو اگر کسی نے ترک کردیا تو وہ فعلِ مکروہ کا مرتکب نہ ہوگا کیوں کہ ترکِ مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں، اس لیے کہ مکروہ ہونے کے لیے کوئی خاص دلیل ضروری ہے اور اس کی طرف تحریر اصولی میں بھی اشارہ کیا ہے کہ "خلافِ اولیٰ وہ ہے جس میں ممانعت اور نہی کا صیغہ نہ ہو۔" جیسے نمازِ چاشت کا ترک بہ خلاف مکروہِ تنزیہی کے کہ اس میں نہی و ممانعت کا صیغہ ہوتا ہے۔ (ت)

پھر اگر جناب کے نزدیک بھی حکم وہی ہے جو مولوی صاحب نے اپنے فتوے میں لکھا تو تصریح فرمادیجیے کہ عید کا معانقہ شرعاً ممنوع نہیں، نہ اس میں اصلاً کوئی حرج ہے، ہاں نہ کرنا بہتر ہے، کرلے تو مضائقہ نہیں۔

19۔ فقہا اگر یہ حکم کریں کہ فلاں امر کا ترک بہتر ہے تو اس سے ہرگز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ چیز ناجائز ہے بل کہ مکروہ ہونا بھی لازم نہیں آتا، یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جو حفظ کرلینے کے قابل اور بہت سے مقامات میں مفید ہے۔ اس قاعدے کے پیشِ نظر مولانا عبدالحی صاحب نے معانقۂ عید کے متعلق جب صرف اتنا لکھا کہ اُس کا نہ کرنا بہتر ہے تو اُس سے معانقۂ مذکورہ کا ناجائز یا مکروہ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا بل کہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کرلے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر ممانعتِ معانقہ کے بارے میں فتوائے مذکور سے استدلال ہی بالکل بیکار اور اپنے خلاف استدلال ہے۔ (ت)

20۔ ردّالمحتار، مطلب کل صلوٰۃ مکروہۃ تجب اعادتہا، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱/ ۴۵۹۔

21۔ ردالمحتار، مطلب لایلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۲/ ۱۷۷۔

چہارم: آپ نے جو عبارات رد المحتار و مرقات نقل فرمائیں، ان میں معانقۂ عید کی ممانعت کا کہیں ذکر نہیں، اُن میں تو مصافحۂ بعدِ نمازِ فجر و عصر یا نمازِ پنجگانہ کا بیان ہے اور جناب کو منصبِ اجتہاد حاصل نہیں کہ ایک مسئلے کو دوسرے پر قیاس فرماسکیں۔ اگر فرمائیے کہ "جو دلائل اس میں لکھے ہیں یہاں بھی جاری۔"

اقول: یہ محض ہوس ہے، اُن عبارتوں میں تین دلیلیں مذکور ہوئیں:

(۱) محلِّ مصافحہ ابتدائے ملاقات ہے نہ بعدِ صلوات۔

(۲) یہ مصافحۂ مخصوصہ سنّتِ روافض ہے۔

(۳) صحابۂ اِکرام نے یہ خاص مصافحہ نہ کیا۔

یہ تینوں تعلیلیں اگرچہ فی اَنفُسِہا خود ہی علیل اور نا قابلِ قبول ہیں کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) و لہٰذا قولِ اصح یہی ٹھہرا کہ وہ مصافحۂ مخصوصہ بھی جائز و مباح ہے کما سنذکر ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ہم ان شاءاللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے۔ت) مگر ہمارے مسئلۂ دائرہ یعنی معانقۂ عید سے دو دلیل پیشیں کو تو اصلاً علاقہ نہیں۔

محلِّ "مصافحہ" خاص ابتدائے لقا ہو تو بھی "معانقہ" کی اُس وقت سے تخصیص ہرگز مسلّم نہیں و من ادعٰی فعلیہ البیان (جو مدعی ہو بیان اس کے ذمے۔ت)

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل و سند لکھنا مسموع نہیں ہو سکتا، بل کہ معانقہ مثلِ تقبیل اظہارِ سرور و بشاشت و وداد و محبت ہے، جیسے تقبیل خاص ابتدائے لقا سے مخصوص نہیں، یوں ہی معانقہ۔

جناب نے فتوائے فقیر میں حدیثِ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شاہین و معجم کبیر امام طبرانی ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ حضور پُر نور سیّدِ عالم ﷺ نے تالاب پیرنے میں امیر المؤمنین صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو گلے لگایا۔ و نیز حدیثِ اُسید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ مروی سُنن ابی داؤد کہ انہوں نے باتیں کرتے کرتے حضورِ والا ﷺ سے کُرتا اُٹھانے کی درخواست کی، حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدنِ اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارک پر بوسہ دیا۔ و نیز حدیثِ صحیح مستدرک کہ اثنائے مجلس میں حضورِ اقدس ﷺ نے حضرت ذی النورین سے معانقہ فرمایا۔ و نیز حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور پُر نور ﷺ نے اُن سے پوچھا: عورت کے لیے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی: یہ کہ کوئی نامحرم اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے گلے سے لگالیا۔ ان سب صورتوں میں ابتدائے لقا کا وقت کہاں تھا کہ معانقہ فرمایا گیا۔ یوں ہی پیار سے اپنے بچوں، بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا شاید اوّلِ ملاقات ہی پر جائز ہوگا، پھر ممانعت کی جائے گی؟

یوں ہی مصافحہ بعد نمازِ فجر و عصر اگر کسی وقت روافض نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شِعار رہا ہو، اور بدیں وجہ اس وقت کے علمانے اہلِ سنّت کے لیے اسے ناپسند رکھا ہو تو معانقۂ عید کا زبردستی اس پر قیاس کیوں کر ہو جائے گا، پہلے ثبوت دیجیے کہ "یہ رافضیوں کا نکالا اور انہی کا شعارِ خاص ہے" ورنہ کوئی امر جائز کسی بدمذہب کے کرنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہو سکتا۔

لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے میں اہلِ سنّت و روافض بل کہ مسلمین و کفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہو جائیں گی؟

بحر الرائق و در مختار و ردّ المحتار وغیرہا ملاحظہ ہوں کہ "بد مذہبوں سے مشابہت اُسی امر میں ممنوع ہے جو (۱) فی نفسہٖ شرعاً مذموم یا (۲) اس قوم کا شعارِ خاص یا (۳) خود فاعل کو اُن سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ زنہار وجہِ ممانعت نہیں۔"

رہا صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نہ کرنا، یہ تنہا دلیلِ منع نہیں ہو سکتا۔ آپ کی تینوں کتبِ مُستَنَدۂ اَعنی مجموعۂ فتاویٰ و رد المحتار و مرقاۃ شریف اور ان کے سوا صدہا کتبِ مُعتَمَدہ اس کے بطلان پر گواہ ہیں۔ فقہائے کرام سیکڑوں چیزوں کو یہ تصریح فرما کر کہ نَو پیدا ہیں، جائز بل کہ مستحب و مستحسن بل کہ واجب بتاتے اور مُحدَثات کو اقسامِ خمسہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں، مجموعۂ فتاویٰ کی عبارتیں گزریں، ردّ المحتار میں ہے:

قوله ای صاحب بدعة ای محرمة والا فقد تکون واجبة کنصب الادلّة للرد علی اهل الفرق الضالة و تعلم النحو المفهم للکتاب والسنة ومندوبة کاحداث نحو رباط مدرسة و کل احسانٍ لم یکن فی الصدر الاول و مکروهة کزخرفة المساجد و مباحة کالتوسع بلذیذ المآکل والمشارب و الثیاب کما فی شرح الجامع الصغیر للمناوی عن تهذیب النووی و مثله فی الطریق المحمدیة للبرکوی۔[22]

شارح کا قول "صاحبِ بدعت" یہاں بدعت سے مراد حرام بدعت ہے ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے۔ جیسے گمراہ فرقوں کا رَد کرنے کے لیے دلائل قائم کرنا، علمِ نحو سیکھنا جس سے کتاب و سنت کو سمجھ سکیں۔ مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسہ جیسی چیزیں تعمیر کرنا، اور ہر وہ نیک کام جو زمانۂ اوّل میں نہ رہا ہو۔ مکروہ بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت و فراخی کی راہ اختیار کرنا۔ جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح جامع صغیر میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب "الطریق المحمدیہ" میں مذکور ہے۔ (ت)

مرقات شریف میں ہے:

احداث ما لا ینازع الکتاب والسنة کما سنقرره بعد لیس بمذموم۔[23]

ایسا فعل ایجاد کرنا جو کتاب و سنّت کے مخالف نہ ہو بُرا نہیں۔ جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے۔ (ت)

پھر ایک صفحے کے بعد بدعت کا واجب و حرام و مندوب و مکروہ و مباح ہونا مفصّلاً ذکر فرمایا۔

عالمگیری میں ہے:

22۔ رد المحتار، باب الامامت، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱/ ۵۶۰۔

23۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، مطبوعہ امدادیہ، ملتان، ۱/ ۲۱۵۔

لابس بکتابۃ اسامی السور و عدد الآی وھو ان کان احداثا فھو بدعۃ حسنۃ و کم من شیٔ کان احداثا وھو بدعۃ حسنۃ۔[24]

مصحف شریف میں سُورتوں کے نام، اور آیتوں کی تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں اور وہ اگرچہ نئی ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعتِ حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نو ایجاد تو ہیں مگر بدعتِ حسنہ ہیں۔ (ت)

امام ابن الہمام فتح القدیر میں رکعتینِ قبل مغرب کا حضور اقدس ﷺ و صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کر کے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یّدُلَّ دلیل اٰخر۔[25]

پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب و مستحب نہیں لیکن مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوتِ کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت)

مع ہٰذا حضراتِ مانعین زمانہ تین قرن تک اختیارِ تشریع مانتے اور مُحْدَثاتِ تابعین کو بھی غیر مذموم جانتے ہیں، تو صرف عدمِ فعلِ صحابہ سے استدلال اُن کے طور پر بھی ناقص و ناتمام ہے[26]۔ کلام ان مباحث میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائلِ عدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرفِ مجمل کافی ہیں وباللہ التوفیق۔

پنجم: رد المحتار و مرقات کی یہ عبارتیں اگر جناب نے دیکھیں تو درر و غرر و کنز الدقائق و وقایہ و نقایہ و مجمع و منتقی و اصلاح و ایضاح و تنویر و غیرہا عامۂ متونِ مذہب کے اطلاقات ملاحظہ فرمائے ہوتے جنھوں نے مطلقًا بلا تقیید و تخصیص مصافحے کی اجازت دی۔ در مختار و حاشیہ علامہ طحطاوی و شرح علامہ شہاب شلبی و فتح اللہ المعین حاشیۂ کنز و غنیۂ ذوی الاحکام حاشیۂ درر و حاشیۂ مراقی الفلاح و نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض و مجمع بحار الانوار و مطالب المومنین و مسوّٰی شرح موطا و تکملۂ شرح اربعینِ علامہ برکوئی للعلامہ محمد آفندی و حدیقۂ ندیہ شرح طریقۂ محمدیہ للعلامۃ النابلسی و فتوائے امام شمس الدین بن امام سراج الدین خانوتی و غیرہم علمائے حنفیہ کی تصریحاتِ جلیلہ بھی دیکھی ہوتیں کہ صاف صاف مصافحۂ مذکورہ اور اسی طرح

24۔ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ)، باب آداب المسجد، مطبوعہ پشاور، ۵/ ۳۲۳۔

25۔ فتح القدیر باب النوافل، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱/ ۳۸۹۔

26۔ مانعین کسی چیز کی ایجاد اور جائز و مشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانتے ہیں:

(۱) زمانۂ رسالت (۲) زمانۂ صحابہ (۳) زمانۂ تابعین

ان کے اس نظریے سے اتنا ثابت ہے کہ زمانۂ تابعین کی ایجادات بھی بُری نہیں۔ تو مصافحۂ مذکورہ کی ممانعت کے ثبوت میں صرف صحابۂ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص و ناتمام ہے، اپنے ہی نظریے کے مطابق یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانۂ تابعین میں بھی اس کا وجود و ثبوت نہیں۔ (ت)

مصافحۂ عید کو بھی جائز بل کہ مستحسن بل کہ سنّت بتاتے ہیں۔ درِ مختار میں ہے:

اطلاق المصنف تبعا للدرر والکنز والوقایۃ والمجمع والملتقی وغیرھا یفید جوازھا مطلقا ولوبعد العصر وقولھم انہ بدعۃ ای مباحۃ حسنۃ کما افادہ النووی فی اذکارہ وغیرہ فی غیرہٖ۔[27]

درر، کنز، وقایہ، مجمع، ملتقی، وغیرہا کے اتباع میں مصنّف نے بھی یہاں مصافحے کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقًا جائز ہے خواہ بعدِ عصر ہی کیوں نہ ہو۔ اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعتِ مباحہ حسنہ ہے، جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علمانے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اصلاح وایضاح میں ہے:

کُرِہَ تقبیل الرجل وعناقہ فی ازارٍ واحد وجاز مع قمیص کمصافحۃ۔[28]

آدمی کا بوسہ دینا اور معانقہ کرنا ایک ازار میں مکروہ ہے اور کرتا پہن کر ہو تو جائز ہے، جیسے مصافحہ جائز ہے۔ (ت)

حدیقۂ ندیہ میں ہے:

بعض المتاخرین من الحنفیۃ صرّح بالکراھۃ فی ذلک ادعاءً بانہ بدعۃ مع انہ داخل فی عموم سنۃ المصافحۃ مطلقا۔[29]

بعض متاخّرین حنفیہ نے اس مصافحے کے بدعت ہونے کا دعوٰی کرتے ہوئے اسے صراحۃً مکروہ بتایا ہے باوجودیکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔ (ت)

مجمع البحار میں ہے: ھِیَ مِنَ الْبِدَعِ الْمُبَاحَۃِ۔[30] (یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔ ت)

آپ کی اسی ردالمحتار میں بعدِ نقلِ عبارتِ امام نووی ہے:

قال الشیخ ابو الحسن البکری وتقییدہ بما بعد الصبح والعصر علی عادۃ کانت فی زمنہ والا فعقب الصلوات کلھا کذلک۔ کذا فی رسالۃ الشُّرُنْبُلَالِی فی المصافحۃ ونُقِلَ مثلہ عن الشمس الحانوتی وانہ اَفتٰی بہ مستدلا بعموم النصوص الواردۃ فی مشروعیتھا وھو الموافق لما ذکرہ الشارح من اطلاق المتون۔[31]

27۔ درالمختار، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۶/ ۳۸۱۔

28۔ اصلاح وایضاح۔

29۔ الحدیقۃ الندیۃ، الخلق الثامن والاربعون الخ، مطبوعہ مکتبۂ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ۲/ ۱۵۰۔

30۔ مجمع البحار الانوار، تحت لفظ صفح، مطبوعہ نول کشور، لکھنؤ، ۲/ ۲۵۰۔

31۔ ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۶/ ۳۸۱۔

شیخ ابو الحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر و عصر کی قید کے ساتھ مصافحے کا ذکر اس لیے فرمایا کہ ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعدِ فجر و عصر کی طرح تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی علامہ شرنبلالی کے اس رسالے میں ہے جو انہوں نے مصافحے کے بارے میں لکھا ہے، اور اسی کے مثل علامہ شمس الدین حانوتی سے منقول ہے۔ انہوں نے جوازِ مصافحہ کے بارے میں وارد شدہ احادیث اور نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اِس مصافحے کے بھی جائز ہونے کا فتوٰی دیا ہے۔ اور یہی اس کے موافق ہے جو شارح (صاحبِ در مختار علاء الدین حصکفی) نے متونِ فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی مسوّٰی میں کلامِ امام نووی نقل کر کے کہتے ہیں:

اقول وھکذا ینبغی ان یقال فی المصافحۃ یوم العید۔[32]

میں کہتا ہوں جس طرح امام نووی نے مصافحۂ بعدِ فجر و عصر کے جواز میں استدلال کیا ہے، یہی استدلال مصافحۂ روزِ عید میں بھی جاری ہونا چاہیے۔ (ت)

اور بعض نسخ مستوی میں "والمعانقۃ یومَ العید ایضا" (اور روزِ عید کے "معانقہ" میں بھی۔ت) بھی ہے۔

"مناصحۃ فی تحقیق مسائل المصافحۃ" میں تکملۂ شرحِ اربعین سے ہے:

لاوجہ لجواب ابن حجر الشافعی و قد سُئل عن المصافحۃ بعد الصلوۃ فقال ھی بدعۃ، انتھی، لان حالۃ السلام حالۃ اللقاء لان المصلی لما احرم صار غائبا عن الناس مقبلا علی اللہ تعالٰی، فلما ادی حقہ قیل لہ ارجع الی مصالحک وسلّم علی اخوانک لقدومک عن غیبتک، و لذلک ینوی القوم بسلامہ کما ینوی الحفظۃ واذا سلم یندب المصافحۃ اوتسنّ کالسلام۔ کما اجاب شیخ الاسلاب شیخ مشائخنا شمس الدین محمد بن سراج الدین الحانوتی وقد رفع لہ ھذا السؤال فقال نص العلماء علی ان المصافحۃ للمسلم لا للکافر مسنونۃ من غیر ان یقیدوھا بوقت دون وقت لقولہ علی الصلٰوۃ والسلام من صافح اخاہ المسلم وحرّک یدہ تناثرت ذنوبہ ونزلت علیھا مأۃ رحمۃ تسعۃ و تسعون منھا لاسبقھما واحدۃ لصاحبہ وقال ایضا ما من مسلمین یلیقیان فیتصافحان الاغفر لھما قبل ان یتفرقا فالحدیث الاول یقتضی مشروعیۃ المصافحۃ مطلقا اعم من ان تکون عقب الصلوات الخمس والجمعۃ والعیدین او غیر ذلک۔ لان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یقیدھا بوقت دون وقت والدلیل العام عند الحنفیۃ اذا لم یقع فیہ تخصیص من الادلۃ الموجبۃ للحکم قطعا، کالدلیل الخاص لقوتہ۔ والدلیل ھھنا عامّ لان صیغۃ "من" من صِیَغِ العموم وکذا نقل عن شیخ مشائخنا العلامۃ المقدسی حدیث "من صافح مسلما وقال

32۔ مسوّٰی، باب استحباب المصافحۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۲/ ۲۲۱۔

عند المصافحۃ اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد لم یبق من ذنوبہ شیء" فصیغتہ ایضا من صیغ العموم ذکرہ الشُّرنُبلالی فی رسالتہ المسماۃ "بسعادۃ اھل الاسلام"۔[33]

علامہ ابنِ حجر شافعی نے مصافحۂ بعدِ نماز سے متعلق جواب دیتے ہوئے اُسے بدعت کہا ہے، اُن کے اس جواب کی کوئی قابلِ قبول وجہ نہیں، اس لیے کہ مصافحۂ بعدِ نماز بھی مصافحۂ اوّلِ ملاقات ہے کیوں کہ سلامِ نماز کی حالت، حالتِ ملاقات ہے۔ اس لیے کہ جب مصلّی نے تحریمہ باندھ لیا تو وہ انسانوں سے غیر حاضر اور خدا کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر جب حقُّ اللہ کی ادائیگی سے فارغ ہُوا تو اس سے کہا گیا کہ اب اپنے کاموں اور مصالح کی طرف واپس ہو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو سلام کر، کیوں کہ تُو اپنی غیر حاضری اور غَیبت سے آرہا ہے، اسی لیے تُو اپنے سلام میں لوگوں کی بھی نیت کرے گا، جیسے محافظ فرشتوں کی نیت کرے گا۔ اور جب سلام کیا تو مصافحہ اس کے لیے مندوب یا مسنون ہے۔ جیسے سلام، اسی طرح شیخ الاسلام، ہمارے مشائخ کے شیخ شمس الدین محمد بن سراج الدین حانوتی نے جواب دیا ہے، اُن کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا تھا تو انہوں نے فرمایا، علما نے کافر سے تو نہیں مگر مسلمان سے مصافحہ کو کسی خاص وقت کی کوئی قید لگائے بغیر مسنون ہونے پر نص فرمایا ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اُس کے گناہ جھڑتے ہیں، اور دونوں پر کُل سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں، ننانوے اس کے لیے جس نے مصافحے میں سبقت و پیش قدمی کی اور ایک اُس کے دوسرے ساتھی کے لیے۔" اور حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ "جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملتے پھر مصافحہ کرتے ہیں تو جُدا ہونے سے پہلے اُن کی مغفرت ہو جاتی ہے۔" پہلی حدیث کا مقتضیٰ ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز و مشروع ہو، خواہ نمازِ پنجگانہ، جمعہ اور عیدین کے بعد ہو یا کسی اور وقت۔ اس لیے کہ نبی ﷺ نے مصافحے کو کسی خاص وقت سے مقیّد نہ فرمایا۔ اور حنفیہ کے نزدیک دلیلِ عام کا بھی وہی رتبہ ہے جو دلیلِ خاص کا ہے، جب کہ دلیلِ عام حکم کو قطعی طور پر لازم کرنے والی دلیلوں سے کوئی تخصیص نہ ہوئی ہو، بل کہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ دلیلِ عام اتنی قوی ہوتی ہے کہ دلیلِ خاص کے معارض اور اس پر ترجیح یافتہ ہوا کرتی ہے، اور یہاں دلیلِ مصافحہ بھی عام ہے، اس لیے کہ حدیث میں کلمہ "مَن" ہے جو صیغ عموم سے ہے، یوں ہی ہمارے شیخ المشائخ علامہ مقدسی سے یہ حدیث منقول ہے: "جس نے کسی مسلمان سے مصافحہ کیا اور بہ وقتِ مصافحہ (درود شریف) "اللھم صلِّ علیٰ محمدٍ وّعلیٰ آلِ محمد" پڑھا تو اس کے گناہوں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔" اسے علامہ شرنبالی نے اپنے رسالے "سعادۃ الاسلام" میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

علامہ سیّد ابو السعود ازہری حاشیۂ کنز میں فرماتے ہیں:

فی شرح الشھاب الشِّلبی وما اعتادہ الناس بعد صلٰوۃ الصبح والعصر فلا اصل لہ لکن لاباس بہ۔[34] الخ

33۔ مناصحہ فی تحقیق مسائلۃ المصافحہ۔

34۔ فتح المعین حاشیہ علیٰ شرح مُلّا مسکین، کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاستبراء، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۳/ ۴۰۲۔

شہاب الدین شِلبی کی شرح میں ہے: نمازِ فجر و عصر کے بعد جو مصافحہ رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ (ت)

غنیہ حاشیۂ غرر و درر باب صلوٰۃ العیدین میں ہے:

المستحب الخروج ماشیا والرجوع من طریق اٰخر والتھنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم لا ننکر کما فی البحر، وکذا المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوات کلھا عند کل لقی ولنا فیھا رسالۃ سمیتھا سعادۃ اھل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلوٰۃ والسلام"۔[35]

عید کے دن عید گاہ کو پیادہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا یہی مستحب ہے، اور بالفاظ تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکُمْ (اللہ ہمارے تمہارے عمل قبول فرمائے) مبارک باد پیش کرنا کوئی منکر اور برا نہیں، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں "سعادۃ اھل الاسلام بالمصافحۃ عقب الصلوٰۃ والسلام" نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین علیٰ شرح العلامۃ الملا مسکین میں ہے:

من المستحب اظھار الفرح والبشاشۃ (الی قولہ) والتھنئۃ بتقبل اللہ منا ومنکم وکذا المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوات کلھا وعند کل لقی، شرنبلالیۃ۔[36]

عید کے دن مسرت و خندہ روئی ظاہر کانا اور تقبل اللہ منا ومنکم (اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے) کے ذریعے مبارک باد دینا مستحب ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے، شرنبلالیہ (ت)

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

کذا تطلب المصافحۃ فھی سنۃ عقب الصلوات کلھا۔[37]

اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد سنت ہے۔ (ت)

حاشیہ در مختار میں فرمایا:

تستحب المصافحۃ بل ھی سنۃ عقب الصلوات کلھا وعند کل لقی، ابو السعود عن الشُّرُنْبُلَالیۃ۔[38]

35۔ غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ غرر باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ احمد مصرا / ۱۴۲۔

36۔ فتح المعین علی شرح العلامہ الملا مسکین باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی ۱/ ۳۲۵۔

37۔ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح باب العیدین، مطبوعہ نور محمد، کراچی، ص ۲۸۸۔

38۔ حاشیہ طحطاوی در المختار باب العیدین، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت، ۱/ ۳۵۳۔

مستحب ہے مصافحہ، بلکہ یہ تو نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے، ابو السعود عن الشرنبلالیہ۔(ت)

افسوس کہ دو عبارتیں جناب نے دیکھیں، اور اتنی عباراتِ کثیرہ جو جناب کے خلاف تھیں نظر سے رہ گئیں۔ خیر، مانا کہ اس میں اکثر کتب مطالعۂ سامی میں نہ آئی ہوں، آخر در مختار اور رد المحتار تو پیش نظر تھیں۔ در مختار کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائی ہو گی کہ مصافحۂ مذکورہ بدعت حسنہ ہے۔ رد المحتار میں رسالۂ علامہ شرنبلالی کا کلام اور علامہ شمس الدین حانوتی کا فتویٰ دیکھا ہی ہو گا۔ سب جانے دیجیے، یہ فتاویٰ لکھنؤ جو استناداً پیش فرمایا اسی میں یہیں یہ الفاظ موجود کہ "علما اس باب میں مختلف ہیں بعض بدعتِ مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعتِ مکروہہ۔ مسئلۂ مصافحہ کا اختلافی ہونا پایا نہیں؟ بہت واضح راہ تھی کہ ترجیح تلاش فرمائی جاتی، جو قول مرجح نکلتا اُسی پر عمل کرنا تھا، اگر جناب کی نظر ترجیح تک نہ پہنچی تو فقیر سے سنیے، علامہ شہاب الدین خُفاجی حنفی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ھی بعد الصلوٰۃ بدعۃ عندنا، والاصح انھا مباحۃ لما فیھا من الاشارۃ الی انہ کان قدم من غیبۃ لانہ کان عند ربہ یناجیہ فافھم۔[39]

یہ مصافحہ، نماز کے بعد ہمارے نزدیک بدعت ہے، اور صحیح تر یہ مباح ہے کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غیبت اور غیر حاضری سے آیا ہے اس لیے کہ وہ اپنے رب کے حضور مصروفِ مناجات تھا۔ اسے سمجھو۔(ت)

ملاحظہ فرمایئے کیسی صاف تصریح ہے کہ مصافحۂ مذکورہ کی اباحت ہی قولِ اصح ہے۔ پھر اگر بالفرض دوسری طرف بھی تصحیح پائی جاتی، تاہم یہی قول مرجح رہتا کہ خود باقرارِ ردالمحتار "مذہبِ اباحت ہی موافق اطلاقِ مُتون ہے"۔ اور خود انھیں کی تصریح یہ ہے کہ "اختلافِ فتویٰ کے وقت اُسی قول پر عمل اولیٰ جو اِطلاقِ مُتون کے موافق ہو"۔

حیث قال قد اختلف التصحیح والفتوی کما رأیت والعمل بما وافق اطلاق المُتُونِ اَوْلٰی۔ بحر۔[40]

اُنھوں نے یوں فرمایا کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو تو تصحیح اور فتوے میں اختلاف ہو گیا، اور عمل اُسی پر اولیٰ ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو، بحر(ت)

در مختار میں ہے:

علی المعتمد لانہ متی اختلف الترجیح رجح اطلاق المتون، بحر۔[41]

39۔ نسیم الریاض شرح شفا۔

40۔ ردالمحتار مطلب رسم المفتی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱/ ۷۲۔

41۔ درالمختار مطلب رسم المفتی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱/ ۷۷۔

یہ حکم بربنائے مُعتمد ہے، اس لیے کہ اختلافِ ترجیح کے وقت اطلاقِ متون ہی کو ترجیح ہے، بحر (ت)

اور جب کہ ترجیح صرف اسی طرف ہے تو اب تو اس قول کا اختیار فقاہت سے بالکل برطرف ہے،

در مختار میں ہے:

اما نحن فعلینا اتباع مارجحوہ وصححوہ۔[42]

ہم عام مقلدین پر تو بس اُسی کی پیروی کرنا ہے جسے ان بزرگوں نے راجح و صحیح قرار دے دیا۔ (ت)

اسی میں ہے:

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخوق للاجماع۔[43]

مرجوح قول پر حکم اور فتویٰ دینا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

الحمدللہ اب حق باحسنِ وجوہ واضح ہوگیا، اُمید کرتا ہوں کہ جناب بھی اب تو مصافحہ مذکورہ و معانقۂ عید کے جواز و اباحت پر فتویٰ دیں گے اور اپنے تلامذہ کو ان امورِ جائزہ کے طعن و انکار سے باز رہنے کی ہدایت کریں گے واللہ الھادی و ولی الایادی۔

ششم: الحمد اللہ کہ ضمنِ تقریر میں مسئلۂ مصافحہ بعدِ صلوٰۃ بھی صاف ہوگیا، اور تعطیلاتِ ثلٰثہ کا علیل ہونا بھی منکشف ہولیا۔ ثالث پر کلام تو صراحۃً گزرا اور اول کا جواب عبارتِ تکملہ شرح اربعین و نسیم الریاض سے واضح ہوا کہ بعدِ ختم نماز ملنا بھی ابتدائے لقا ہے، ولہٰذا اس وقت سلام مشروع ہوا، تو مصافحہ کیوں نامشروع ہونے لگا۔ رہی تعلیلِ ثانی اس کے جواب کا اشارہ کلامِ فقیر میں گزرا کہ مشابہت صرف ان تین صورتوں میں مذموم ہے ورنہ نہیں۔

تکمیلِ کلام: اتنا اور سُن لیجیے کہ کسی طائفہ باطلہ کہ سنت جبھی تک لائقِ احتراز رہتی ہے کہ وہ ان کی سنت رہے، اور جب ان میں سے رواج اُٹھ گیا تو ان کی سنت ہونا ہی جاتا رہا، احتراز کیوں مطلوب ہوگا۔ مصافحہ بعدِ نماز اگر سنتِ روافض تھا تو اب ان میں رواج نہیں، نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں نہ بعدِ نماز مصافحہ کرتے ہیں، بلکہ شاید اول لقا پر بھی مصافحہ ان کے یہاں نہ ہو کہ اِن اعدائے سنن کو سنن سے کچھ کام ہی نہ رہا۔ تو ایسی حالت میں وہ علت سرے سے مُرتفع ہے۔

در مختار میں ہے:

یجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسریٰ، وقیل الیمنیٰ الا انہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ قھستانی وغیرہ۔ قلت ولعلہ کان وبان فتبصر۔[44]

42۔ در المختار مطلب رسم المفتی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی ۱/ ۷۴۔

43۔ در المختار مطلب رسم المفتی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی ۱/ ۷۴۔

44۔ در مختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی ۶/ ۳۶۱۔

(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف کرے اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ رافضیوں کا شعار ہے تو اس سے بچنا ضروری ہے (قہستانی وغیرہ) میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا ہوگا پھر ختم ہوگیا، تو اس پر غور کرلو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای کان ذلك من شعارھم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی ھذہ الازمان فلا ینھیٰ عنہ کیفما کان۔ [45]

یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہوگیا، تو اب اس سے ممانعت نہ ہوگی، جیسے بھی ہو۔ (ت)

اب تو بحمد اللہ سب شکوک کا ازالہ ہوگیا، فاحفظ واحمد وکن من الشاکرین والحمد للہ رب العلمین (تو اسے یاد رکھو اور حمد کرو اور شکر گزار بنو اور ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)

ہفتم: سخت افسوس کا مقام ہے کہ عبارتِ مرقات کی نقل میں بہت تقصیر واقع ہوئی، مرقاۃ شریف میں اُس عبارت کے بعد یہ الفاظ تھے:

نعم، لو دخل احد فی المسجد والناس فی الصلوٰۃ او علیٰ ارادۃ الشروع فیھا فبعد الفراغ لو صافحھم لکن بشرط سبق السلام علی المصافحۃ فھذا من جملۃ المصافحۃ المسنونۃ بلاشبھۃ۔ [46]

ہاں اگر کوئی مسجد میں داخل ہو اور لوگ نماز میں، یا نماز شروع کرنے والے ہیں، تو فارغ ہونے کے بعد اگر ان سے مصافحہ کرے بشرطیکہ مصافحے سے پہلے سلام ہولے تو بلاشبہ یہ مصافحہ مسنونہ ہی کے مجموعے میں شامل ہوگا۔ (ت)

ان میں صاف تصریح تھی کہ وہ کراہت صرف اس صورت میں ہے کہ لوگ نماز سے پہلے مل لیے، باتیں کرچکے، ملاقات ہوئی، اُس وقت مصافحہ نہ ہوا نہ کچھ اور، اب بعدِ سلام آپس میں مصافحہ کرنے لگے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ یہی وقت ابتدائے لقا کا ہو کہ یہ اس وقت آیا کہ نماز شروع ہوگئی تھی یا شروع کا ارادہ تھا، اب بعد سلام مصافحہ کرے تو یہ یقیناً مصافحۂ مسنونہ ہے کہ خاص اول لقا پر واقع ہوا ظاہر ہے کہ جماعاتِ عید میں اکثر لوگوں کی باہم یہی حالت ہوتی ہے کہ بعدِ سلام اُن کی لقا، اولِ لقا ہوتی ہے، تو مرقاۃ کے طور پر بھی انھیں معانقے سے اصلاً ممانعت نہیں ہوسکتی۔ پھر معانقۂ عید شرکائے جماعتِ واحدہ ہی سے خاص نہیں بلکہ تمام احباب جنھوں نے مختلف مساجد میں نمازیں پڑھیں اُس دن بلکہ دوسرے دن تک اولِ ملاقات بعد الصلوٰۃ پر باہم معانقہ کرتے ہیں۔ یہ معانقے تو یقیناً ابتدائے لقا پر ہوتے ہیں، جو عبارتِ مرقات سے بر سبیلِ قیاسِ جناب اور عبارتِ فتاویٰ لکھنؤ سے صراحۃً ٹھیک موقع پر درست و بجا واقع ہیں، حالانکہ مانعینِ زمانہ کا منع، مصافحۂ بعد نماز اور

45۔ ردالمحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۶/ ۳۶۱۔

46۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، باب المصافحۃ والمعانقہ مطبوعہ امدادیہ، ملتان، ۹/ ۷۴۔

معانقۂ عید دونوں میں سب صورتوں کو عام و مطلق اور وہ آپ ہی کی عباراتِ مستندہ کی رو سے باطل و ناحق۔ پس اگر انھیں عبارتوں پر عمل فرمائیے تو تصریح فرمادیجیے کہ نمازِ عید سے پہلے جو لوگ مل لیتے ہیں صرف وہ بعدِ نماز معانقہ نہ کریں اور جو ہنوز نہیں ملے انھیں معانقہ بلا کراہت جائز و مباح ہے، یوں ہی ایک دوسرے کے پاس جو ملنے جاتے یا راہ میں ملتے ہیں وہ بھی بلا تامل معانقہ کریں خواہ پیش از نماز یا بعدِ نماز مل لیے ہوں یا نہ ملے ہوں کہ اس وقت تو ابتداے لقا ہے۔ اِن سب صورتوں کا جواز آپ ہی کی مستندات سے ثابت۔ لَا جَرَم آپ کو اس کی تصریح کرنا ہوگی۔ اس کے بعد دیکھیے کہ حضراتِ مانعین آپ کو کیا کہتے ہیں، واللہ المستعان علی جھالات الزمان (اور اللہ ہی وہ ہے جس سے زمانے کی جہالتوں کے خلاف مدد طلبی ہے۔ ت)

ہشتم: اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ ان لفظوں کے متصل ہی مرقات میں اور تحقیقِ جلیل و نافع، خیالاتِ مانعین پر سیفِ قاطع تھی وہ بھی نقل میں نہ آئی، فرماتے ہیں:

ومع ھذا اذا مد مسلم یدہ للمصافحۃ فلا ینبغی الاعراض عنہ بجذب الید لما یترتب علیہ من اذی یزید علی مراعاۃ الادب فحاصلہ ان الابتداء بالمصافحۃ حینئذ علی الوجہ المشروع مکروہ لا المجابذۃ وان کان قد یقال فیہ نوع معاونۃ علی البدعۃ۔[47] واللہ تعالیٰ اعلم۔

یعنی با آنکہ اُس صورتِ خاصہ میں کہ ملاقات پیش از نماز کر چکیں اور مصافحۂ تحیت بعدِ نماز کریں، کراہت مانی جاتی ہے، پھر بھی اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ نہ کھینچنا چاہیے بلکہ مصافحہ کرلیا جائے، اگرچہ اسے معاونتِ بدعت کہا جائے کہ اس حالت میں مصافحے نہ کرنا صرف ایک ادب و اولیٰ تھا اور اب اس کے ترک میں مسلمان کی ایذا ہے کہ وہ تو ہاتھ بڑھائے اور ہم ہاتھ کھینچ لیں، مسلمان کی خاطر داری اُس ادب کی مراعات پر مقدم ہے،[48] لہٰذا اس صورت میں کراہت نہیں بلکہ مصافحہ کرنا ہی چاہیے (ت)

للہ انصاف! اس منصفانہ کلام کا مانعینِ زمانہ کے خیالات سے کتنا بُعد ہے، یہ حضرات تو خواہی نخواہی اپنی مَشیخَت بنانے اور شہرت پیدا کرنے کے لیے جماعتِ مسلمین کی مخالفت کو ذریعۂ فخر اور غایتِ تشرّع سمجھے ہوئے ہیں، مگر علماے محققین مسلمان کا دل رکھنے کا رعایتِ آداب اور ترکِ مکروہات پر بھی مقدم جانتے اور ان کے رسوم و عادات میں مخالفت کو مکروہ و

47۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، باب المصافحۃ والمعانقۃ، ۹/ ۷۴۔

48۔ یعنی ادب و اولیٰ چھوڑنے سے مسلمانوں کی خاطر داری ہوتی ہے تو ادب اولیٰ کی رعایت نہ کرے، دلِ مسلم کی رعایت کرے، دلِ مسلم کو تکلیف پہنچانا اور اسے شکستہ کرنا ترکِ اولیٰ و مخالفتِ ادب سے زیادہ بُرا ہے، البتہ جہاں رعایتِ ادب و اولیٰ اور مومن کا پاسِ خاطر دونوں جمع ہوسکتے ہیں وہاں بلاشبہ ترکِ ادب کا حکم نہیں، ہاں اگر کسی امر سے صراحۃً ممانعت آئی ہے تو محض مسلمان کی خاطر داری کے لیے اُس امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کرے۔ (مترجم)

باعثِ شہرت مانتے ہیں، ولہٰذا تصریح فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی نہیِ صریح، غیر قابلِ تاویل نہ آئی ہو، عاداتِ اُناس میں موافقت ہی کر کے اُن کا دل خوش کیا چاہیے اگرچہ وہ فعل بدعت ہو۔ عین العلم میں ارشاد ہوا:

اَلْاِسْرَارُ بِالْمُسَاعَدَةِ فِیْمَا لَمْ یَنْهُ وَصَارَ مُعْتَادًا فِیْ عَصْرِهِمْ حَسَنٌ وَّاِنْ کَانَ بِدْعَةً۔[49]

اُن امور میں لوگوں کی موافقت کر کے انھیں خوش کرنا اچھا ہے جن (امور) سے شریعت میں ممانعت نہیں ہے، اور لوگوں کے عہد میں وہ رائج ہو چکے ہیں خواہ بدعت اور نوایجاد ہی ہوں۔ (ت)

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدّس سرّہٗ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

الموافقة فی هذه الامور من حسن الصحبة والعشرة اذا لمخالفة موحشة ولکل قوم رسم لابد من مخالقة الناس باخلاقهم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلا قا فیها حسن العشرة والمجاملة وتطییب القلب بالمساعدة وقول القائل انّ ذٰلک بدعةٌ لم یکن فی الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم وانما المحذور بدعة تراغم سنة ما مورًا بها ولم ینقل النهی عن شیء من هذا (الٰی قوله) وکذلک سائر نواع المساعدات اذا قُصِدَ بها تطییب القلب واصطلح علیها جماعةٌ فلا بأس بمساعدتهم علیها بل الاحسن المساعدة الا فیما ورد فیه نهی لا یقبل التاویل۔[50]

یعنی اِن امور میں لوگوں کی موافقت کرنا حُسنِ صحت اور معاشرت سے ہے اس لیے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم میں کچھ رسمیں ہوتی ہیں کہ ان میں ان کا ساتھ دینا ضروری ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں اس کا حکم آیا خصوصاً وہ عادتیں جن میں حُسنِ معاشرت اور باہم اچھا برتاؤ اور موافقت کر کے دل خوش کرنا ہو اور کہنے والے کا کہنا کہ یہ بدعت ہے، صحابہ کے زمانے میں نہ تھا، تو کیا جو کچھ مباح کہا جائے سب صحابہ سے ہی منقول ہوتا ہے؟ بُری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنّتِ مامور بہا کا رَد کرے، اور اس فعل سے شرع میں کہیں ممانعت نہ آئی۔ اس طرح تمام مساعدت کی باتیں جبکہ ان سے دل خوش کرنا مقصود ہو، اور ایک گروہ کی رسم ہو گئی تو ان کی موافقت کرنا کچھ حرج نہیں بلکہ موافقت ہی بہتر ہے مگر اُس صورت میں کہ صاف نہی وارد ہو جو قابلِ تاویل نہ ہو۔ (ت)

دیکھیے اطبائے قلوب رضی اللہ عنہم کے ارشاد یہ ہیں، اللہ عزوجل جسے نیک توفیق دے وہی ان نفیس الٰہی ہدایتوں پر عمل کرے۔ حضراتِ مانعین ان سے منزلوں دور ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم۔

بالجملہ اگر آپ کا مرقات پر عمل ہے تو صاف تصریح فرما دیجیے کہ بعدِ عید جو شخص معانقے کو ہاتھ بڑھائے اُس سے انکار ہرگز نہ کیا جائے بلکہ فوراً معانقہ کر لیں۔ افسوس کہ مرقاۃ سے سند لانا تو بالکل الٹا پڑا۔ مجھے جناب کی بزرگی سے امید ہے کہ شاید مرقاۃ شریف خود ملاحظہ نہ فرمائی ہو بلکہ مانعینِ زمانہ عبارات میں قطع و برید و سرقہ کے عادی ہیں، کسی سارق نے آدھی عبارت کہیں نقل کر دی ہے آپ نے اُسی کے اعتماد پر استناد کر لیا، اب کہ پوری عبارت پر مطلع ہوئے ضرور حق کی

49۔ عین العلم، الباب التاسع فی الصمت الخ، مطبوعہ امرت پریس، لاہور، ص: ۴۱۲۔

50۔ احیاء العلوم، آداب السماع والوجد، مطبوعہ قاہرہ مصر، ۲/ ۳۰۵۔

طرف رجوع فرمایئے گا۔ واللہ المُوَفِّق۔

نہم: بحمد اللہ تعالیٰ ہماری تحقیقاتِ رائقہ سے آفتابِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ معانقۂ عید کو بدعتِ مذمومہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ سنّت و مباح کے اندر دائر ہے، یعنی مِنْ حَیْثُ الْاَصْل سنت اور مِنْ حَیْثُ الْخُصُوْص مباح، اور بقصدِ حَسَن محمود و مستحسن، تو ظاہر ہوا کہ عبارتِ رد المحتار:

اِذَا تَرَدَّدَ الْحُکْمُ بَیْنَ سُنَّۃٍ وَّ بِدْعَۃٍ[51] الخ

جب حکم کسی سنت و بدعت کے درمیان دائر ہو تو ترکِ سنت کو ارتکابِ بدعت پر ترجیح حاصل ہے (ت)

کو اس مسئلہ سے اصلاً تعلق نہیں کہ وہاں بدعت سے مراد بدعتِ مذمومہ ہے۔ جب تو اس سے بچنے کے لیے سنت کا چھوڑنا تک گوارا کیا ورنہ بدعتِ مباحہ سے بچنا خود ہی مطلوب نہیں، نہ کہ اس کے لیے سنت چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے، وھذا ظاھر علیٰ کل من لہ حظ من عقل صفی (یہ ہر اس شخص پر عیاں ہے جسے پسندیدہ اور خالص عقل سے کچھ حصہ ملا ہے۔ ت)

دہم: فتوائے فقیر میں میاں اسمٰعیل دہلوی کی بھی عبارت تھی جس میں معانقۂ عید کے مستحسن ہونے کی صاف تصریح ہے، اُس سے جناب نے کچھ تعرض نہ فرمایا بلکہ مجموعۂ فتاویٰ و عباراتِ رد المحتار و مرقاۃ پیش فرمائیں۔ اس میں دو احتمال ہیں:

ایک وہ، طائفۂ مانعین جس کے خُوگر ہیں یعنی ہفواتِ باطلہ و خرافاتِ عاطلہ میں دہلوی مذکور کو امامِ اکبر مانتے ہیں اور جو باتیں وہ بعلتِ مناقضت جس کا اس کے یہاں حد سے زاید جوش و خروش ہے اصول و فروعِ طائفہ کے خلاف لکھتا ہے دیوار سے مارتے ہیں۔

دوم یہ کہ جناب کو اس سے کچھ کام نہیں جو کلام اس کا تصریحاتِ امثالِ مرقات و ردالمحتار حتیٰ کہ مولوی صاحب لکھنوی کے خلاف ہو قابلِ قبول نہیں۔ اگر شقِ اخیر مختار ہے اور جناب کی انصاف پسندی سے یہی مامول، تو صراحۃً اس کی تصریح فرما دیجیے کہ جو مسائل تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و ایضاح الحق وغیرہا تصانیفِ شخصِ مذکور، مولانا علی قاری و علامہ شامی یہاں تک کہ مولوی صاحب لکھنوی اور ان کے امثال کی تصریحات سے رَد ہوتے ہیں ان کا بطلان تسلیم فرماتے جایئے، اُمید کرتا ہوں کہ بہت مسائلِ نزاعیہ جن میں جہلائے مانعین کو بے حد شور و شغب ہے یوں بَاَحْسَنِ وُجوہ انفصال پائیں گے، اور ہم آپ بتوفیقہٖ تعالیٰ شخصِ مذکور کی ضلالتِ عقائد و بطالتِ مکائد پر متفق ہو کر حقِ ناصح کے اعلان میں باہم مدد و معاون یک دیگر ہو جائیں گے۔

وباللہ التوفیق والوصول الیٰ سواء الطریق، واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق اور سیدھی راہ تک رسائی ہے اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ ساری تعریف اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے اور درود و سلام ہو رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ خداوند قبول فرما۔ (ت)

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عُفِیَ عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

51۔ ردالمحتار، مطلب اذا تردّد الحکم، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۶۸۲۔

حضرت اُستاذ العلما پیرِ طریقت
علامہ صاحبزادہ پیر سید مظہر قیوم مشہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ملک محبوب الرسول قادری

حضرت حجۃ الکاملین شیخ الحدیث علامہ پیر سید محمد جلال الدین شاہ مشہدی قدس سرہٗ کے فرزند اکبر اور جانشین حضرت استاذ العلما پیرِ طریقت علامہ صاحبزادہ سید محمد مظہر قیوم شاہ مشہدی ۲۱ راگست ۲۰۰۹ء نمازِ جمعۃ المبارک سے قبل تقریباً سوا دو بجے بھکھی شریف ضلع منڈی بہاءالدین میں اچانک حرکت قلب بند ہونے کے سبب اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نمازِ جنازہ اگلے روز ۲۲ راگست ۲۰۰۹ء صبح دس بجے گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول کے وسیع وعریض گراؤنڈ میں صاحبزادہ میاں ولید احمد شرقپوری نے پڑھائی۔ حضرت محقق العصر علامہ مفتی محمد خان قادری کی معیت میں راقم کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی نمازِ جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں علما و مشائخ، دانشوروں، ماہرینِ تعلیم، اساتذہ، طلبہ، تاجروں، سیاست دانوں، وکلا، صحافیوں، ڈاکٹروں اور عوام الناس نے شرکت کی۔ سینکڑوں آنکھیں اشک بار تھیں اور ہزاروں افراد غمگین تھے برستی آنکھوں اور دکھی دلوں کے ساتھ شرکاے جنازہ جب نمازِ جنازہ سے فارغ ہوکر مین روڈ پر آئے تو گھنٹوں تک مین روڈ بلاک ہوگیا۔ گرمی کی شدت بھی بہت زیادہ متاثر کررہی تھی۔ مرحوم کو اپنے عظیم والدِ گرامی اور شیخ طریقت کے پہلو میں بڑے وسیع و عریض گنبد کے سایے تلے سپردِ خاک کردیا گیا۔ حضرت پیر سید محمد مظہر قیوم مشہدی ۴ محرم الحرام ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۰ء) جمعرات کو حضرت شیخ الحدیث پیر سید جلال الدین شاہ مشہدی (فاضلِ بریلی شریف) کے گھر پیدا ہوئے اور آغوشِ ولایت میں تربیت پائی۔ وہ مستند اور جید عالم دین تھے۔ ۱۹۷۳ء میں انہوں نے علومِ دینیہ کی تکمیل کرکے دستارِ فضیلت حاصل کی اور پھر مسندِ تدریس پر متمکن ہوئے۔ ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۵ء تک باقاعدہ طور پر ہزاروں طلبہ کو علم دین سے آراستہ کیا اور جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف کے ناظم اعلیٰ رہے۔ انہوں نے اپنے والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر ۲۷ راکتوبر ۱۹۷۹ء ہفتہ بعد نمازِ مغرب بیعت کی جب کہ انہیں اپنے مرشدِ کریم اور والدِ گرامی کی طرف سے رجب المرجب ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء) میں سلاسلِ اربعہ کی اجازت و خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ البتہ انہوں نے سلسلۂ نقشبندیہ کا اجرا ۱۹۸۵ء میں کیا۔ اپنے والدِ گرامی کی رحلت کے بعد ان کی محفلِ ختمِ چہلم کے موقع پر انہیں سجادہ نشین بنایا گیا اور وہ تادمِ واپسیں اپنی یہ ذمے داریاں بہ طریقِ احسن نبھاتے رہے۔ حضرت پیر سید محمد مظہر قیوم مشہدی نے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں اور ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ میں بھرپور کردار ادا کیا اور دونوں تحریکوں میں قید و بند کی صعوبتیں بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کیں۔ انہوں نے ۱۹۷۷ء میں جمعیت علماے پاکستان کی طرف سے منڈی بہاءالدین کے سٹی حلقے سے پنجاب اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ یہ الگ بات ہے کہ تاریخی

دھاندلی کے سبب جے یو پی نے اس الیکشن کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ مرحوم پیر صاحب دھڑے کے پکے اور سکہ بند اعلیٰ روایات کے حامل شخصیت تھے۔ جب جنرل ضیاء الحق نے انہیں مجلسِ شوریٰ کا رکن نامزد کرنا چاہا اور اچھی خاصی آفر بھی دی تو آپ نے اس کو مسترد کرتے ہوئے قائدِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں کام کرنے کو ترجیح دی۔ آپ نے ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختم نبوت میں چند دن جیل میں گزارے مگر ۱۹۷۷ء کی تحریک میں تین ماہ تک سینٹرل جیل گجرات میں قید رہے۔ آپ جمعیت علماء پاکستان کے اس وقت صوبائی جوائنٹ سیکریٹری رہے جب شیخ القرآن مولانا غلام علی اوکاڑوی پنجاب میں صوبائی صدر کے عہدہ پر فائز تھے اور جمعیت کا طوطی بولتا تھا۔ ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۹ء تک آپ آستانۂ عالیہ بھکھی شریف کے سجادہ نشین رہے اور بڑی محنت سے اپنی یہ ذمے داری نبھائیں۔ اس وقت آپ محکمۂ اوقاف کے ڈسٹرکٹ خطیب بھی تھے۔ آپ کو ۵ مرتبہ حج بیت اللہ اور روضۂ نبوی ﷺ کی زیارت و حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی زیرِ سرپرستی جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ میں اس وقت تقریباً ۵۰۰ طلبہ زیرِ تعلیم تھے جب کہ مختلف علاقوں میں درسِ نظامی کے آٹھ مدارس بدی، بدعقیدگی اور جہالت کے خلاف مصروفِ جہاد ہیں جن میں مجموعی طور پر تین ہزار بچے زیرِ تعلیم ہیں۔ آپ کے دستِ مبارک پر تقریباً دس ہزار افراد کو توبہ و بیعت کی سعادت نصیب ہوئی جب کہ علامہ الحاج محمد بشیر مصطفوی، علامہ معین الدین ڈسکوی، مولانا ظہور احمد جلالی (مانگا منڈی) سمیت آپ کے تقریباً نصف درجن خلفا بھی خدمتِ دین متین پر مامور ہیں۔

مرحوم حضرت پیر سید قیوم شاہ مشہدی اتحادِ اہلِ سنت کے زبردست داعی تھے۔ سنی سپریم کونسل کے قیام کے وقت جماعتِ اہلِ سنت کے دھڑوں نے آپ کو رکن نامزد کیا مگر آپ نے یہ موقف اختیار کیا کہ جب تک جماعتِ اہلِ سنت متحد نہیں ہوگی میں کسی دھڑے میں شامل نہیں ہوں گا۔ آپ نے پریشر ڈیویلپ کر کے دونوں دھڑوں کو متحد ہونے پر مجبور کر دیا۔ آپ جماعت کے موجودہ انتشار پر بھی کبیدہ خاطر تھے اور انہیں یہ انتشار ہرگز گوارا نہیں تھا۔ آپ نے تین بھائی صاحبزادہ سید محمد محفوظ شاہ مشہدی، شیخ الحدیث حضرت پیر سید محمد عرفان شاہ مشہدی اور صاحبزادہ سید محمد انوار شاہ مشہدی، تین فرزند علامہ صاحبزادہ سید نوید الحسن شاہ مشہدی، صاحبزادہ سید حافظ مسعود الحسن ایڈوکیٹ، صاحبزادہ سید شبیہ الحسن شاہ مشہدی، چار بچیاں اور ایک بیوہ کے علاوہ ہزاروں ارادت مند سوگوار چھوڑے ہیں۔ آپ کا ختمِ چہلم یکم اکتوبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات صبح دس بجے آستانۂ عالیہ بھکھی شریف میں منعقد ہوگا۔ میری دُعا ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کی حسنات کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے، ان کے دینی مراکز مرجعِ خلائق رہیں اور اعلیٰ علیین میں ان کے درجات بلند ہوں۔ آمین!

×......×......×......×......×......×

نوٹ:

ماہنامہ معارفِ رضا ادارے کی ویب سائٹ:

www.imamahmadraza.net

پر بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

معارف کتب

تعارف و تبصرہ

ترتیب و پیشکش: مرزا فرقان احمد

﴿تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں اور تبصرے کی اشاعت ادارے کی مرضی پر منحصر ہے﴾

نام کتاب: ''کنزالایمان اہلِ علم و دانش کی نظر میں''

مؤلف: محمد عبدالستار طاہر مسعودی

صفحات: ۱۰۲

اشاعتِ اوّل: صفرالمظفر ۱۴۱۴ھ/ستمبر ۱۹۹۳ء

اشاعتِ دوم: ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء

ناشر: بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ، لاہور

ہدیہ: درج نہیں

1۔ یہ مقالہ ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا، کراچی کے سالنامہ ''معارفِ رضا'' (۱۹۸۹ء) میں شائع ہو چکا ہے۔ فاضل مقالہ نگار نے مقالے کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا ہے:

(۱) پہلے حصے میں امام احمد رضا اور ترجمۂ قرآن کا مختصر تعارف ہے۔

(۲) دوسرے حصے میں ''کنزالایمان کی شانِ انفرادیت'' کے ذیلی عنوانات کے تحت شانِ اُلوہیت جلّ جلالہ، شانِ رسالت ﷺ اور عظمتِ انبیا علیہم السلام سے متعلق قرآنی آیات کے مختلف تراجم کا ''کنزالایمان'' سے تقابلی جائزہ لیا ہے جس سے ''کنزالایمان'' کی شانِ امتیاز نکھر کر سامنے آ گئی ہے۔

(۳) تیسرے حصے میں ''کنزالایمان دانشوروں کی نظر میں'' کے ذیلی عنوانات کے تحت اہلِ علم کے تاثرات قلم بند کیے ہیں۔ ان تاثرات میں بالخصوص علامہ عطا محمد بندیالوی اور حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی کے تاثرات نہایت وقیع اور وزنی ہیں۔ ان تاثرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن میں برسوں کی فکری کاوشیں پنہاں ہیں۔ یہ مولیٰ تعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے بندے کو ایسی نظر عطا فرمادے جس کے سامنے علم و دانش کی وسعتیں سمٹ کر ایک نقطے پر آ جائیں۔

فی البدیہہ ترجمۂ قرآن میں ایسی جامعیت کا پیدا ہو جانا عجائباتِ عالم میں سے ایک عجوبہ ہے۔ اس سے مترجم کی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

(۴) چوتھے حصے میں ''کنزالایمان'' پر تحریری اور اشاعتی کام کا جائزہ لیا گیا ہے۔

(۵) اور پانچویں حصے میں ''کنزالایمان'' سے متعلق منظوم کاوشات شامل ہیں۔

2۔ برادرم جناب محمد عبدالستار طاہر زید مجدہٗ اہلِ سنت کے جواں سال قلم کار ہیں۔ وہ عرصۂ دراز سے مرکزی مجلس امامِ اعظم، لاہور سے وابستہ ہیں بعدہٗ ادارۂ مسعودیہ کراچی سے وابستہ ہوئے، ماہرِ رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مظہری علیہ الرحمۃ کی رہنمائی نے آپ کے قلم کو جلا بخشی گزشتہ ۲۰ برسوں سے تحقیقی اور تصنیفی اور دینی و ملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ پیشِ نظر مقالہ:

''کنزالایمان اربابِ علم و دانش کی نظر میں''

ایک قابلِ قدر کوشش ہے۔

3۔ اُمید ہے کہ برادرم محترم محمد عبدالستار طاہر مسعودی زید مجدہٗ کی یہ علمی کاوش قدر کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔

☆×☆×☆×☆×☆×☆×☆☆×☆

وفیات

﴿ندیم احمد ندیم قادری نورانی﴾

☆ سابق ڈائریکٹر، اسلامک فاؤنڈیشن، ڈھاکا، بنگلادیش، حضرت مولانا حافظ عبدالجلیل صاحب بروز بدھ ۱۰؍ شوّال المکرّم ۱۴۳۰ھ بہ مطابق ۳۰؍ ستمبر ۲۰۰۹ء کو رحلت فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ نے ڈھاکا میں رضویات کے فروغ کے لیے بڑی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت پر "رضا" کے عنوان سے ماہر رضویات حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی مظہری علیہ الرحمۃ کے ایک مقالے کا بنگالی زبان میں ترجمہ کرکے اسلامک فاؤنڈیشن، ڈھاکا، بنگلادیش کے تحت شائع کردہ "بنگالی انسائیکلوپیڈیا" میں شامل کیا۔ یہ بنگالی انسائیکلوپیڈیا ۲۵ جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ ہر سال یومِ رضا کے موقع پر ڈھاکا پریس کلب میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد کیا کرتے تھے۔ آپ تقریباً بیس کتب کے مصنف تھے اور غالباً اتنی ہی کتبِ علمائے اہلِ سنّت کا آپ نے بنگالی زبان میں ترجمہ بھی فرمایا۔ آپ ایک ماہ نامہ "سُنّی بَرتا" بھی ڈھاکا سے نکالتے تھے۔ آپ جگر کے سرطان (کینسر) میں مبتلا تھے۔

﴿نوٹ: آپ نے ۱۰؍ شوّال المکرّم کو وصال فرمایا اور یہی تاریخ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت مجدّدِ دین و ملت عظیم المرتبت پروانۂ شمع رسالت مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل و محدثِ بریلوی رحمہُ اللہ رحمۃً واسعۃً کی ولادتِ مبارکہ (۱۰؍ شوال المکرّم ۱۲۷۲ھ) کی ہے۔ تو گویا آپ کو یومِ ولادتِ رضا کی نسبت کا شرف بھی حاصل ہے۔﴾

☆ ریسرچ اسکالر، جامعہ کراچی، مولانا شاہ محمد تبریزی قادری صاحب کے والدِ ماجد مولانا کمال الدین قادری بھی بروز جمعرات ۲۸؍ شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ بہ مطابق ۲۰؍ اگست ۲۰۰۹ء کو صبح دس بج کر پینتالیس منٹ پر انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ انتقال سے چند ماہ قبل چوٹ لگنے سے آپ کا دماغ فالج زدہ ہوگیا تھا۔

☆ بدھ کی صبح ساڑھے آٹھ بجے مؤرخہ ۳؍ شوال المکرم ۱۴۳۰ھ بہ مطابق ۲۳؍ ستمبر ۲۰۰۹ء کو اوکھائی میمن مسجد، کھارادر، کراچی، کے امام و خطیب مفتی محمد یعقوب معینی صاحب اپنے آبائی گاؤں ڈیرہ اسماعیل خاں جاتے ہوئے نوری آباد کے قریب سپرہائی وے پر اپنے دو بیٹوں سمیت ایک حادثے میں جاں بہ حق ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کی نمازِ جنازہ اگلے روز جمعرات کو شام پانچ بجے پولو گراؤنڈ، کراچی، میں مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی۔

☆ ماہ نامہ "معارفِ رضا" کراچی کے مشاورتی بورڈ کے رکن محترم مجاہد محمد رفیق نقش بندی (آزاد کشمیر) صاحب کے حقیقی ماموں اور سسر جناب چوہدری محمد حسین صاحب تقریباً دس روز کی علالت کے بعد اپنے آبائی گاؤں "جے پور"، تحصیل کھاریاں، میں بروز جمعرات ۱۱؍ شوال المکرم ۱۴۳۰ھ بہ مطابق یکم اکتوبر ۲۰۰۹ء کو انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

ادارۂ تحقیقاتِ امام احمد رضا انٹرنیشنل، کراچی کے صدر جناب صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری، جنرل سیکریٹری جناب پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، جوائنٹ سیکریٹری پروفیسر دلاور خاں نوری، فنانس سیکریٹری جناب حاجی عبداللطیف قادری، منیجر محمد اشرف جہانگیر اور راقم الحروف سمیت ادارے کے دیگر اراکین و عملہ دعاگو ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ان تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اُن کے درجات بلند کرے اور مرحومین کے پس ماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق رفیق بخشے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین ﷺ۔